مجموعۂ مضامین

حضرت مولوی محمد نورالدین عربیؒ

الموسوم به

ناشر

ادارہ تنظیمِ مہدویہ

شاداب منزل 16-8-806 نیو ملک پیٹ، حیدر آباد

سلسلہ اشاعت (74)

نام کتاب	:	**افکارِ عربی**
مصنف	:	حضرت مولوی محمد نورالدین صاحب عربی
کمپیوٹر کمپوزنگ	:	سان کمپیوٹر سنٹر، چنچل گوڑہ، حیدرآباد۔ سیل 9959912642
سن اشاعت	:	2013ء
تعداد	:	500
صفحات	:	136
طباعت	:	بی پرنٹرس، عنبرپیٹ، حیدرآباد
قیمت	:	-/50 روپئے
ناشر	:	ادارہ تنظیم مہدویہ، 806-8-16 شاداب منزل نیوملک پیٹ، حیدرآباد۔ 24 سیل نمبر 9885237858

ملنے کا پتہ

(۱) : ادارہ تنظیم مہدویہ، 806-8-16 شاداب منزل نیوملک پیٹ، حیدرآباد

(۲) : سان کمپیوٹر سنٹر، چنچل گوڑہ، حیدرآباد۔ سیل 9959912642

(۳) : حضرت سید مصطفیٰ مبارک یداللّٰہی صاحب، طائی واڑہ، بڑودہ، گجرات

(۴) : حضرت سید خوندمیر حسین حمادی صاحب، حمادی اسٹریٹ، ڈبھوئی، گجرات

(۵) : جناب سید امجد صاحب سیکریٹری جمعیت مہدویہ، مٹیڈ ہلی، بنگلور

فہرست مضامین

عرضِ ناشر

ادارہ تنظیم مہدویہ اپنے قیام ۱۹۷۳ء سے قوم کی لٹریچر اور جلسوں کے ذریعہ دینی و مذہبی خدمت کئے جارہا ہے۔ ادارہ کا مقصد یہی ہے کہ قومی افراد کی مذہبی پیاس بجھے اور ایمان وعقیدہ میں پختگی آئے۔ اسی مشن پر ادارہ گامزن ہے۔ ادارہ وقتاً فوقتاً علمائے کرامؒ شعراء اور محبانِ قوم کی خدمات کو خراج تحسین وخراج عقیدت بھی پیش کرتا رہا ہے۔ اسی سلسلے کو جاری رکھتے ہوئے ہم حضرت مولانا محمد نورالدین صاحب عربیؒ کی قلمی خدمات کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے یہ مضامین کا مجموعہ شائع کئے ہیں۔

حضرت محمد نورالدین عربی صاحب یکم شوال ۱۳۲۴ھ م ۱۸/ نومبر ۱۹۰۶ء کو پیدا ہوئے۔ آپ جناب شیخ محمد عرف محمد صاحب کے فرزند ہیں۔ ۱۹۲۴ء میں منشی کا امتحان کامیاب کئے۔ بچپن سے ہی مذہبی ذوق وشوق تھا۔ حضرت مولانا سید قطب الدین عرف خوب میاں صاحب پالن پوریؒ سے تربیت بیعت حاصل کی، حضرت خوب میاں صاحبؒ کے انتقال کے بعد حضرت ابوالعائذ سید احمد منوری صاحبؒ سے علاقہ کیا اور آپ ہی کے ہاتھ پر ترک دنیا کیا اور افعالِ ارشادی کی اجازت حاصل کی۔ حضرت ابوالعائذ سید احمد منوری صاحبؒ کے انتقال کے بعد حضرت مولانا سید محمد میاں صاحبؒ اکیلوی سے رجوع ہوئے۔ ان بزرگان دین کی صحبت میں رہ کر آپ نے تعلیم وتربیت پائی اور بہت کچھ حاصل کیا اور قوم کو دیا۔

آپ طالب علمی کے زمانے سے ہی تحریری شوق رکھتے تھے۔ شعروشاعری سے بھی شغف تھا۔ ایک اچھے شاعر بھی تھے تخلص عربیؔ تھا۔ ''جواہر پارے'' کے نام سے آپ کا کلام شائع ہوا۔ چھندشریف کا آپ نے اُردو میں منظوم ترجمہ کرکے ''انمول موتی'' کے نام سے شائع کیا۔

حضرت عربیؔ کا تحریری عظیم کارنامہ ''والیانِ ولایت'' کتاب ہے جس کے تین حصے ہیں۔

ادارہ تنظیم مہدویہ کو یہ تینوں حصے سال ۱۹۹۸ء، ۲۰۰۰ء اور ۲۰۰۱ء میں شائع کرنے کا فخر حاصل ہوا۔ آپ نے بزرگوں کی صحبت میں رہ کر جو تعلیم پائی اس تعلیم کو آپ نے قلمبند کیا اور ''تصوف کی باتیں'' نام دیا۔ محبان تعلیمات ولایت محمدیہ کی خواہش پر ادارہ تنظیم مہدویہ نے ۱۹۹۸ء میں اس کتاب کو شائع کیا۔ مسائل فقہ پر ''تصدیق وعمل'' ہفت مسائل کتابیں بھی تحریر فرمائی اور یہ شائع بھی ہوئے ہیں۔ اس کو قوم کے ہر مکتبہ فکر کے افراد نے پسند کیا۔ آپ نے اپل گوڑہ کی تاریخ کو منظوم قلمبند کیا جو ''کہکشاں'' کے نام سے شائع ہوئی۔ ''خاتم المرشدینؓ'' کے نام سے ایک مختصر رسالہ تحریر کیا جو حضرت بندگی میاں سید محمود خاتم المرشدینؓ کی سیرت پر ہے۔ غرض آپ جب تک صحت وعافیت سے تھے قلم کو استعمال کیا۔ قوم کو دینی ومذہبی معلومات پہنچاتے رہے۔ موجودہ دور کے قلمکاروں کے لئے آپ کی شخصیت ایک رہنما کی طرح ہے۔

حضرت عربیؔ صاحب قومی ماہناموں کے ساتھ بھی بھر پور قلمی تعاون فرماتے تھے۔ ماہنامہ ''نورولایت'' اور ''نورحیات'' میں کئی ایک مضامین آپ کے شائع ہوئے۔ بعض مضامین اتنے مقبول ہوئے کہ افرادِ قوم نے کتابی شکل میں شائع کر کے تقسیم کیئے۔ قوم کی یہ قابلِ فخر شخصیت زائداز ۵۰ سال قلمی خدمات انجام دی۔ آخر ۲۵/ ربیع الثانی ۱۴۱۹ھ م ۱۹/ اگسٹ ۱۹۹۸ء کو اس دنیا سے رخصت ہوئی۔ حظیرہ حضرت بندگی میاں شاہ نصرتؒ لال گڑھی میں آپ کی آخری آرام گاہ ہے۔ خادم قوم وہی ہوتا ہے جو قوم کو بہت کچھ دے کر جاتا ہے۔ حضرت محمد نورالدین عربیؔ صاحب قوم کے حقیقی خادم تھے۔ آپ نے قوم کو دینی ومذہبی لٹریچر دے کر اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ قوم آپ کی خدمات کو فراموش نہیں کرسکتی۔

حضرت محمد نورالدین عربیؔ صاحب کے مضامین ماہنامہ نورولایت ونورحیات میں شائع ہوئے ہیں۔ ان میں سے (16) مضامین کا انتخاب کیا گیا جو ''افکارِ عربیؔ'' کے نام سے موسوم کر کے شائع کئے ہیں۔ حضرت عربیؔ صاحب نے مذہبی لٹریچر کو سخت مشقت اور تندہی سے تحریر

کر کے پیش کیا۔ یہ دراصل آنے والی نسلوں کے لئے بھی علمی خزانہ ہے۔ان مضامین سے عام افراد بھی مستفید ہوسکتے ہیں۔مضامین میں خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعودؑ کی بعثت کا جواز اور تعلیمات پوری طرح روشن ہے۔ادارہ تنظیم مہدویہ یہ مضامین کا مجموعہ شائع کر کے حضرت محمد نورالدین عربیؔ صاحب کی خدمات کوخراج عقیدت پیش کرتے ہوئے قوم کو یہ تحفہ دیا ہے۔انشاء اللہ تعالیٰ ہم دیگر مشہور قلمکاروں کے مجموعہ مضامین شائع کر کے ان کی خدمات کو بھی خراج عقیدت پیش کریں گے۔

اس کتاب کی اشاعت میں جناب سید محمود تشریف اللٰہی صاحب' جناب ابوالفیض سید احمد عابد صاحب' جناب شیخ چاند ساجد صاحب اور جناب سید نورمحمد نظامی صاحب کا بھرپور تعاون حاصل رہا۔جس کے لئے ہم شکرگذار ہیں۔ہم گزارش کرتے ہیں کہ انگریزی وہندی زبان کے قلمکاروں سے کہ وہ ہندی یا انگریزی زبان میں ان مضامین کے ترجمہ روانہ فرمائیں تاکہ ماہنامہ ''نورولایت'' میں یہ شائع کرسکیں۔

آخر میں ایک بات بزرگوں نے قلمی اور عملی طور پر وہ کردکھایا ہے جو ان کا حصہ تھا۔ مگر موجودہ دور میں آج علمی کوششیں نہیں کے برابر ہیں۔الحمدللہ قوم میں علماء کی کمی نہیں ہے۔ ہرقسم کے ذرائع وسہولتیں موجود ہیں۔ان سے استفادہ کرنے کی ضرورت ہے۔کافی وقت ہم نے گنوادیا ہے اب وقت آچکا ہے اہل علم میدان علم میں اپنے قلم کے اور ارباب عمل کو میدان عمل میں اصلاح قوم اور تربیت کے لئے اپنے جوہر دکھانا ہے۔انشاءاللہ یہ عمل نوجوان نسل کے تحفظ ایمان اور عقیدہ میں پختگی پیدا کرے گا۔جس کی قوم کو اس وقت شدید ضرورت ہے۔کچھ کام کر جائیں ورنہ زمانہ اپنی چال نہ چل جائے ۔

2/جنوری 2013ء

مقصود علی خاں

سرپرست ادارہ تنظیم مہدویہ

عقیدہ مہدویہ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ۔ وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ، زندہ ہے، علیم ہے، صاحب ارادہ ہے، قدرت والا ، سننے والا ، دیکھنے والا اور کلام کرنے والا ہے، پاک ہے وجوب وجود کے ساتھ موجود ہے اس کی ذات مقدس اور مطلق ہے وہ اپنے تمام صفات کے ساتھ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

فرشتے اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے ہیں جو نور سے پیدا کئے گئے ہیں وہ موجود مگر ہماری نظروں سے پوشیدہ ہیں معصوم ہیں، ہر وقت خدا کی بندگی میں رہتے ہیں اور جس کام پر مقرر ہیں وہی کام کرتے ہیں۔ان میں چار فرشتے مشہور اور افضل ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام جو پیغمبروں کے پاس وحی لایا کرتے تھے، میکائیل علیہ السلام جو مینہ برسانے اور مخلوق کو روزی پہونچانے پر مامور ہیں، اسرافیل علیہ السلام جو قیامت کے دن صور پھونکیں گے اور عزرائیل علیہ السلام جو ہر جاندار کی روح نکالنے پر مامور ہیں۔اسی طرح خدائے تعالیٰ نے کچھ مخلوق آگ سے پیدا کر کے اس کو بھی ہماری آنکھوں سے پوشیدہ رکھا ہے یہ جن کہلاتے ہیں ان میں نیک و بد سب طرح کے ہوتے ہیں ان کی اولاد بھی ہوتی ہے ان میں سب سے زیادہ مشہور و شریر ابلیس ہے۔

خدائے تعالیٰ نے بہت سی کتابیں اور صحیفے اپنے پیغمبروں پر نازل کئے ہیں جو سب برحق اور اللہ کا کلام ہیں ان میں چار کتابیں مشہور ہیں، توریت جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی، زبور جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی، انجیل جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی اور قرآن شریف جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل ہوئی۔قرآن شریف سب سے افضل اور آخری کتاب ہے اس کے بعد کوئی کتاب آسمان سے نہیں آئے گی، قیامت تک قرآن کا ہی حکم چلتا رہے گا۔

خدائے تعالیٰ نے مخلوق کی ہدایت کے لئے بہت سے پیغمبر ہر ملک اور ہر زمانے میں مبعوث فرمائے ہیں یہ سب کے سب انسان تھے مگر عام انسانوں سے افضل تھے۔ یہ سب راست باز، امانت دار، نیکوکار اور معصوم تھے کفر جھوٹ خیانت وعدہ خلافی وغیرہ ان سے کبھی نبوت سے پہلے ظاہر ہوئی نہ نبوت کے بعد اور انہوں نے خدا کے احکام پہونچانے میں رتی برابر کمی، زیادتی نہیں کی اور جو کچھ انہوں نے قوم کو سنایا وہ حق ہے۔

جملہ پیغمبروں کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے۔ان میں تین سو تیرہ انبیائے مرسل ہیں ان میں اٹھائیس مرتبے میں بزرگ ہیں جن کا ذکر کلام اللہ میں ہے اور ان اٹھائیس میں چھ اولوالعزم ہیں۔ان چھ اولوالعزموں میں سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام ہیں پھر حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور سب سے آخر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں جو تمام عالم کے لئے رحمت اور جملہ اہل جہاں کی جانب مبعوث ہیں، نبوت آپ پر ختم ہو چکی ہے۔آپ قیامت کے دن گنہگارانِ اُمت کی شفاعت فرمائیں گے اسی طرح دیگر انبیاءؑ واولیاء وصلحا کی شفاعت بھی حق ہے۔

آپؐ کے ہزاروں صحابہؓ ہیں جو سب کے سب عادل تھے جو ان میں باہمی دشمنی کا قائل ہو وہ منکر قرآن ہے کیونکہ قرآن سے ان میں باہمی محبت ورحمت ثابت ہے۔ان سب میں مہاجرین افضل ہیں اور دس اصحاب مبشر ہیں یعنی حضرت ابوبکر صدیق ؓ، حضرت عمر فاروق ؓ، حضرت عثمان غنی ؓ، حضرت علی مرتضیٰؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت ابوعبیدہؓ، حضرت سعدؓ وحضرت سعیدؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ۔ان دس میں پہلے چار افضل ہیں اور یہی چار آنحضرت ﷺ کے خلفاء ہیں۔

آنحضرت ﷺ کی اولاد وازواج مطہرات سب کے سب قابل احترام اور لائق تعظیم ہیں ازواج میں بی بی خدیجہؓ اور بی بی عائشہؓ اور اولاد میں بی بی فاطمۃ الزہراؓ کا مرتبہ سب سے بڑا ہے

حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ آنحضرت ﷺ کے مقبول نواسے اور جوانان جنت کے سردار ہیں ان کی محبت اور پیروی باعث سعادت ہے۔

آنحضرت ﷺ سے محبت رکھنا اور آپ کو اپنی جان و مال اور اولاد سب سے زیادہ عزیز جاننا اور آپ کا نام سن کر آپ پر درود پڑھنا فرض ہے۔

آنحضرت ﷺ کی پیشین گویاں سب برحق ہیں ان میں بعض ظاہر ہو چکی ہیں اور بعض کا ظہور وقت پر موقوف ہے انہی پیشین گویوں میں ایک پیشین گوئی حضرت مہدی موعود علیہ السلام سے متعلق ہے جس کا ظہور 14 / جمادی الاول 847ھ کو ہو چکا ہے یعنی حضرت مہدی موعود علیہ السلام آئے اور گئے اس لئے حضرت مہدی علیہ السلام کی تصدیق فرض ہے اور یہ جانے کے حضرت سید محمد جونپوری ہی کی ذات امام مہدیٔ آخرالزماں ہے آپ انبیا علیہم السلام کے مانند معصوم عن الخطاء اور منصب خلافت الٰہی پر فائز ہیں اور امر اللہ مراد اللہ آپ کے القاب ہیں۔ آپ نبی کریم ﷺ کے وارث اور کتاب الٰہی اور ایمان کے عالم ہیں۔احکام حقیقت وشریعت اور خدائے تعالیٰ کی خوشنودی کا بیان آپ نے فرمایا ہے آپ ناصر دین محمدی ہیں۔سنتوں کو آپ نے ازسرنو زندہ کیا اور بدعتوں کو گرادیا آپ کو روزانہ خدائے تعالیٰ سے بلاواسطہ تعلیم ہوتی تھی۔آپ کے تمام احکام خدائے تعالیٰ کے حکم سے ہیں جو شخص ان احکام سے ایک حرف کا منکر ہو، وہ خداو کلام خدا اور اس کے رسول کا منکر ہوگا پس ایسا شخص بالضرور کافر ہے۔آپ نے بھی اپنے منکر کو کافر کہا ہے۔آپ کے منکر کے پیچھے نماز درست وجائز نہیں۔آپ خاتم دین ہیں، ولایت مقیدۂ محمدیہؐ کے خاتم بھی آپ ہی ہیں اور آپ کی بعثت کی خصوصیت احکام ولایت محمدیؐ کے ظاہر کرنے کے لئے ہے اور قرآن کا بیان آپ کی زبان مبارک سے ہوا ہے اور آپ کے حضور میں ارواح مقبول ومردود کی تصحیح ہوئی ہے جو آپ کا مقبول ہے وہ خدا کا مقبول ہے اور جو آپ کے پاس صحیح (مقبول) نہ ہوا وہ خدا کے پاس مردود ہے اور آپ مرتبے میں حضرت رسول اللہ ﷺ کے برابر

ہیں (عقیدہ شریفہ)

حضرت مہدی علیہ السلام کے جملہ اصحاب حضرت رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ کے مانند واجب التعظیم ہیں ان اصحابؓ میں بارہ مبشر اور قطعی جنتی ہیں ان کے نام یہ ہیں۔ بندگی میراں سید محمودؓ فرزند حضرت مہدی علیہ السلام، بندگی میاں سید خوندمیرؓ، بندگی میاں شاہ نعمتؓ، بندگی میاں شاہ نظامؓ، بندگی میاں شاہ دلاورؓ، بندگی میاں ملک برہان الدینؓ، بندگی میاں ملک گوہرؓ، بندگی میاں شاہ عبدالمجیدؓ، بندگی میاں امین محمدؓ، بندگی میاں ملک معروفؓ، بندگی میاں یوسفؓ، بندگی میاں ملک جیؓ ان کے علاوہ حضرت مہدی علیہ السلام نے جن جن کو جو جو بشارتیں دی ہیں وہ سب حق ہیں ان بارہ صحابہ میں اول الذکر پانچ اکرم ہیں اور یہی پانچ آپؑ کے خلیفہ ہیں ان پانچ خلفاء میں دو صحابہ بندگی میراں سید محمودؓ اور بندگی میاں سید خوندمیر افضل اور مرتبے میں باہم برابر ہیں ۔بندگی میراں سید محمودؓ کا لقب ثانی مہدی اور بندگی میاں سید خوندمیرؓ کا لقب صدیق ولایت ہے۔ بندگی میاں سید میرانجیؒ زادالناجی میں لکھتے ہیں کہ ولایت ذات مہدیؑ کی چار صفات ہیں جو عاشقانِ مہدیؑ کو عطا فرمائے گئے ہیں۔ان میں ایک صفت ذات کو بندگی میاںؓ کے حق میں مخصوص فرمائے ہیں وہ صفت کارزار ہے اس صفت میں حضرت بندگی میاں سید خوندمیرؓ بدلۂ ذات مہدیؑ ہیں اور حامل بار امانت بھی آپ ہی ہیں ۔ازواج حضرت مہدی علیہ السلام مثل ازواج حضرت رسول کریم ﷺ کے امہات المومنین ہیں اور تمام ازواج مطہرات میں بی بی الہ دیتیؓ اور بی بی ملکانؓ یہ ہر دو حضرت مہدی موعودؑ کو عزیز اور محبوب تھیں۔ بی بی الہ دیتی کو آپؑ نے ثانیِ خدیجۃ الکبریٰؓ اور بی بی ملکانؓ کو ثانیِ عائشہؓ فرمایا ہے اور بی بی فاطمہؓ جو حضرت مہدی علیہ السلام کی دختر ہیں ان کو حضرت نے فاطمہ ولایت کا لقب دیا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین میں حضرت بندگی ملک الہ دادؓ سب سے برتر ہیں۔آپ افضل التابعین کہلاتے ہیں۔ آپ کو سند خلافت حضرت مہدی علیہ السلام کے پانچوں خلفاء سے حاصل ہے اور حضرت بندگی

میراں سید محمود ثانی مہدی رضی اللہ عنہ کے ہر دو فرزند بندگی میراں سید عبدالحئیؓ اور بندگی میراں سید یعقوبؓ حضرت مہدی علیہ السلام کے مبشر ہیں

گروہ حضرت مہدی علیہ السلام میں بہت سے صاحب حال اور باکمال بزرگ گزرے ہیں جن کے سلسلے تابعین اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے ہوتے ہوئے حضرت مہدی علیہ السلام تک پہونچتے ہیں ان سب کے ساتھ عقیدت و محبت اور حسن ظن رکھنا قوت ایمان کا سبب اور ان کی فضیلت کے انکار یا ان کے اقوال کو رد کرنے میں نقص ایمان کا اندیشہ ہے

تفسیروں میں جو بیان حضرت مہدی علیہ السلام کے بیان کے مخالف ہے وہ صحیح نہیں ہے اسی طرح وہی حدیث صحیح ہے جو کتاب اللہ اور احوال مہدی علیہ السلام کے موافق ہو اور نقل مہدی علیہ السلام کی صحت کے لئے بھی کتاب اللہ کی موافقت کا معیار شرط ہے اور مذاہب ائمہ اربعہ میں تقیّد عمل ہمارے پاس ناروا ہے ہمارا عمل وہی ہے جو حضرت مہدی علیہ السلام کے قول و عمل سے ثابت ہو اور جس مسئلہ کے متعلق آپ کا کوئی قول و عمل نہ ملے اس میں ہم اس پر عمل کریں گے جو مبنی بر عالیت ہو اور ہجرت اخراج ایذا و قتال ولایت ذات مہدیؑ کی صفات ہیں ان صفات کی موافقت نشان تصدیق ہے اور آپ کے فرمان سے واضح ہے کہ دار دنیا میں خدا کا دیدار جائز و ممکن ہے اور آپ نے فرمایا کہ ''ایمان ذات خدا ہے'' اور آپ ہی کے فرمان سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ ''جو شخص دوزخ میں جائے گا وہ پھر واپس نہیں آئے گا'' اور جو شخص دنیا کا ارادہ رکھے اس کے لئے آیات قرانی سے دوزخ کا وعدہ ہے'' اور یہ بھی اعتقاد رکھنا چاہئے کہ ہر شخص کا ایمان لانا اور اطاعت کرنا روز میثاق سے ثابت ہے۔

ہر شخص کے متعلق اعتبار خاتمہ کا ہے کوئی شخص تمام عمر کیسا ہی برا یا بھلا کام کرے مگر جس حال پر اس کا خاتمہ ہوگا اسی کے موافق اس کو سزا یا جزا ہوگی اور کسی کے مرنے کے بعد اس کے لئے دعائے خیر کرنے اور خیرات دے کر بخشنے سے اس کا ثواب اس کو پہونچتا ہے۔

قیامت حق ہے اور اس کی آمد قران و حدیث سے ثابت ہے اور اس کے متعلق جن علامات کی خبر حضرت رسول خدا ﷺ نے دی ہے وہ حق ہیں جیسے یاجوج و ماجوج کا نکلنا دجال کا خروج حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول، صور کا پھونکا جانا وغیرہ۔

خیر وشر جو کچھ بھی وجود میں آئے اور کفر اور ایمان اور طاعت وعصیان جس کا بندہ مرتکب ہو وہ سب خدا کے ارادے اور اس کی مشیت کے تابع ہے لیکن چونکہ بندہ کو فعل کے متعلق کرنے نہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہے اس لئے خدائے تعالیٰ کفر ومعصیت سے راضی نہیں اور اس پر عذاب مقرر کیا اور اطاعت اور ایمان سے راضی ہے اور اس پر ثواب کا وعدہ فرمایا۔

قبر میں منکر نکیر کا سوال اور کافروں اور بعض گناہ گارانِ امت کے لئے قبر کا عذاب حق ہے اور مرنے کے بعد پھر قیامت کے روز زندہ ہونا اور قیامت کے دن حساب کتاب اور پل صراط سے ہر شخص کا گذرنا حق ہے اور جنت حق ہے جس میں سب مومنین داخل ہوں گے اور نعمائے جنت حور وقصور وہاں کے ماکولات ومشروبات اور حوض کوثر وغیرہ سب حق ہیں اور جنت کی بہترین نعمت خدا کا دیدار ہے اور دوزخ حق ہے جس میں کفار وفجار داخل ہوں گے اور وہاں کا عذاب جیسے سانپ، بچھو، آگ، گرم پانی، طوق وزنجیر سب حق ہیں اور ان چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔

☆☆☆☆☆

انشاء اللہ تعالیٰ

مجموعۂ مضامین

افکارِ عربی

مولف حضرت مولوی محمد نورالدین عربی صاحب

کی دوسری جلد بھی شائع کی جائے گی۔

مہدویت

فرامینِ اماؑمنا کی روشنی میں

کسی بھی مذہب کو دیکھنا ہو تو اس کے بانی کے قول و عمل سے اس کی جانچ کرنی چاہیے۔

مذہب اسلام: دین اسلام میں حضرت رسول اللہ ﷺ کے بعد افتراق ہو کر مسلمان متعدد فرقوں میں بٹ گئے۔ اسلام کے دو بڑے بڑے فرقے اہلِ سنت اور شیعہ خود متعدد مذاہب کے پیرو ہیں۔ جب اہل اسلام میں بلحاظ عمل انحطاط رونما ہوا تو مروجہ رسم و عادت و بدعت اور دنیا کی طلب سے لوگوں کو روک کر خدا کی طرف لانے کے لئے حسب بشارت نبی کریم ﷺ حضرت مہدی موعود علیہ السلام کی بعثت ہوئی۔ آپؑ نے چالیس سال کی عمر سے ترسٹھ سال کی عمر تک مکمل ۲۳ سال اقطاع عالم کا سفر کر کے لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا۔

عقائد: مہدویہ عقائد بالعموم وہی ہیں جو اہل سنت والجماعت کے مسلمہ ہیں۔ گروہ مہدیؑ اصول (عقیدہ) میں اشعری و ماتریدی عقائد پر قائم ہے۔ اور فروع (فقہی مسائل) میں حنفی، مالکی، شافعی کے مسائل ہیں۔ عالیت کے مسائل پر گامزن ہے۔ اسی لئے اس مضمون میں عقائد سے بحث نہیں کی گئی۔

اسلام میں سلوک کے سلسلے قادری، چشتی، سہروری، نقشبندی وغیرہ ہیں۔ لیکن مہدویوں کا سلوک ہو کہ عمل ظاہری صرف کتاب وسنت پر مبنی ہے۔ حضرت مہدی موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ''مذہب ما کتاب اللہ واتباع محمد رسول اللہ'' (ہمارا مذہب اللہ کی کتاب (قرآن) اور محمد رسول اللہ ﷺ کی پیروی ہے)

بعثت مہدی علیہ السلام کی غایت: دین اسلام، اسلام، ایمان، احسان کا مجموعہ ہے یہ بات حدیث جبرئیلؑ سے ثابت ہے۔ احسان کے معنی حضرت رسول کریم ﷺ نے یہ بیان فرمائے ہیں کہ "تم اللہ کی عبادت ایسی کرو جیسے اس کو دیکھ رہے ہو، اگر اس کو دیکھ نہیں سکتے تو یہ سمجھ کر عبادت کرو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے" پس احسان کے معنی دیدار خدا کے ہوئے۔

اسلام کے اول الذکر دو جز اسلام وایمان (اعتقادیات) کی توضیح حضرت رسول خدا ﷺ نے کر دی ان ہر دو اجزاء کا تعلق ظاہر سے ہے اسی کو شریعت کہتے ہیں لیکن احسان کے متعلق احکام آپ نے بیان نہیں کئے قرآن شریف میں ہے **وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون** بعض علمائے سلف نے لیعبدون کی معنی لیعرفون بیان کئے ہیں۔ یعنی انسان معرفت حق کے لئے پیدا کیا گیا ہے بلکہ ظہور اور تخلیق کائنات کا منشاء معرفت حق معلوم ہوتا ہے جیسے کہ حدیث شریف **کنت کنزاً مخفیاً فاحببت انا ان اعرف فخلقت الخلق** (میں ایک مخفی خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے خلق اللہ کو پیدا کیا) سے واضح ہے "یہ حدیث تمام صوفیا اور اولیاء اللہ کے پاس صحیح ہے"

رسول خدا ﷺ نے احسان کے احکام بیان نہیں کئے بلکہ اپنے بعد حضرت مہدی علیہ السلام کی آمد کی پیشین گوئی کی اور مہدی علیہ السلام کو خاتمِ دین فرمایا چونکہ دیدار خداوندی کا تعلق ولایت سے ہے اس لئے آپ کو خاتم ولایت کہا جاتا ہے۔ آپ کے متعلق صاحب گلشن راز فرماتے ہیں۔

ولایت بود باقی تا سفر کرد

چو نقطه در جهاں دور دگر کرد

پس حضرت مہدی علیہ السلام کے ذمہ اظہار احکام ولایت اور اس کے متعلقہ مسائل تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ **حق تعالیٰ که مارا فرستاده است مخصوص**

برائے ایں است کہ آں احکام وبیان کہ تعلق بہ ولایت محمدیؐ دارد بواسطہ مہدی ظاہر شود (خدائے تعالیٰ نے ہم کو جو بھیجا ہے اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ جو احکام و بیان کہ ان کا تعلق ولایت محمدیؐ سے ہے مہدیؑ کے توسط سے ظاہر ہو جائیں"

فرائضِ ولایت:

پس حضرت مہدی علیہ السلام نے جو احکام خدا کے حکم سے فرض کئے ہیں ان کو فرائضِ ولایت کہا جاتا ہے۔ یہ فرائض آٹھ ہیں۔ طلب دیدارِ خدا، ترکِ دنیا، ہجرت وطن، صحبت صادقاں، ذکر دوام، عزلت خلق، توکل وتسلیم اور عشر۔

طلب دیدار خدا : حضرت مہدی علیہ السلام فرماتے ہیں۔

مارا برائے دیدن یار آفریدہ اند

ورنہ وجود ما بچہ کار آفریدہ اند

ترجمہ: ہم کو اللہ کے دیکھنے کے لئے پیدا کئے ہیں ورنہ ہمارا وجود پھر کس لئے پیدا کیا گیا ہے۔ فرماتے ہیں خدائے رادید نی است باید دید (خدا کو دیکھنا تو دیکھنا ہی چاہئے) فرماتے ہیں طلبِ دیدار خدا برہر مرد وزن الخ......

ترجمہ: ہر مرد وزن پر خدا کے دیدار کی طلب فرض ہے۔ جب تک کہ چشمِ سر یا چشمِ دل سے یا خواب میں خدا کو نہ دیکھے مومن نہ ہوگا۔ مگر طالب خدا صادق جس نے اپنے دل کی توجہ غیر اللہ سے ہٹالی ہے اور اپنے دل کو خدا کی طرف متوجہ کر دیا ہے اور ہمیشہ خدا میں مشغول ہے اور دنیا اور خلق سے الگ ہو گیا ہے اور اپنے سے نکلنے کی ہمت کرتا ہے، ایسے شخص پر بھی آپ نے ایمان کا حکم کیا"

حضرت بندگی میاں سید خوندمیر صدیق ولایتؓ اپنے کلام سعادت انجام میں فرماتے ہیں

کہ سید محمد مہدیؑ کے اصحابؓ نے اُس ذات سے تحقیق کی ہے کہ مومن وہ ہے جو خدا کو دیکھے چشمِ سر سے یا چشمِ دل سے یا خواب میں اگر ایسا نہ ہو تو وہ مومن نہیں مگر طالبِ صادق جس نے تا آخر............؟

حصول عشق: عشق محبت شدید کو کہتے ہیں فرمان خدا **الذین اٰمنوا اشد حباً للہ** جو لوگ مومن ہیں ان کو خدا سے شدید محبت ہوتی ہے۔ عاشق وہ ہے جس کو اپنے معشوق کے سوا ایک پل چین نہیں'' جب حصول دیدار حق ضروری ہے تو یقیناً عشق کے سوا اس صفت سے متصف ہونا محال ہے۔ حضرت مہدی علیہ السلام فرماتے ہیں۔ طالب پر کیا چیز فرض ہے جس سے وہ خدا کو پہنچے اس کا جواب آپ خود ہی دیتے ہیں کہ وہ عشق ہے پھر فرماتے ہیں۔ عشق کس طرح حاصل ہوتا ہے اس کے جواب میں خود ہی فرماتے ہیں۔

(۱) اپنے دل کی توجہ خدا کی طرف ایسی لگائے کہ دل میں کوئی چیز آنے نہ پائے۔

(۲) اس کام کے لئے ہمیشہ خلوت اختیار کرے۔

(۳) اور کسی سے بھی نہ ملے نہ اپنوں سے نہ پرایوں سے۔

(۴) کھڑے، بیٹھے، لیٹے، کھاتے پیتے ہر حالت میں حق کا ملاحظہ رکھے یعنی صفت نفس ایمان یہ ہے۔ فرمایا جو نفس ایمان بھی نہ رکھے وہ عذاب سے کیسے چھوٹ سکتا ہے۔ مگر طالب صادق جس نے الخ۔

ترک دنیا: جو عمل دنیا کے لئے کیا جائے۔ **من کان یرید الحیواۃ الدنیا** الخ کے تحت ایسے شخص کے لئے جہنم کی وعید ہے۔ حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا'' **ورائے ترک دنیا ایمان نیست**'' (بغیر ترک دنیا کے ایمان نہیں ہے) پھر فرماتے ہیں طلب دنیا کفر و طالب دنیا کافر پھر فرمایا وجود حمایت دنیا کفر ہے یعنی جان سے جینا کہ اس کو ہستی و خودی کہتے ہیں فرماتے ہیں ترک دنیا ترک خودی ہے۔ فرمایا ترک دنیا ترکِ تدبیر ہے۔ اس لئے ترک دنیا کے

بعد کسب معیشت جیسے نوکری چاکری، زراعت، تجارت سے علیحدگی ضروری ہے۔ عورتوں، بچوں، زر ومال (سونا چاندی) جانور (کھیتی) ان چیزوں کو متاع حیات دنیا کہتے ہیں ان سے صرف بقدر ضرورت اللہ واسطے تعلق مباح ہے۔ فرمانِ حضرت مہدی علیہ السلام ہے" جو ان چیزوں میں مشغول ہو جائے جو (فقیر دائرہ) ایسے شخص کے گھر جائے یا اس سے دوستی رکھے وہ میرا نہیں محمدؐ کا نہیں خدا کا نہیں"

صحبتِ صادقاں: فرائض ولایت میں یہ ایک اہم فرض ہے بغیر صحبت کے کوئی شخص کسی فن یا ہنر میں کامل نہیں ہو سکتا صادق کو دوسرے الفاظ یں مرشد کامل کہتے ہیں۔ مرشد کامل وہ ہے جس کا قول وفعل وحال ایک ہو۔ یا حسبِ فرمان مہدی علیہ السلام وہ ملکوتی یا جبروتی یالا ہوتی ہو (انصاف نامہ)

ناسوتی (دنیادار) کی صحبت غیر فائدہ بخش ہے صادق کی ایک صفت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ" وہ خدا سے یا رسول اللہ ﷺ سے یا روحِ مہدی موعودؑ سے اپنی مشکل حل کرے"

مرشد کامل کا کم از کم درجہ یہ ہے کہ شریعت محمدیؐ کی سخت پابندی کے علاوہ اس کے پاس احکام ولایت پر بھی عمل ہو۔ دو وقت ذکر کی پابندی، اجماع، سویت، عشر اور نوبت جاگنا اور نماز تہجد کی پابندی اس کے دائرہ یا مسجد میں جاری ہو، نوبت کے متعلق حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ عمل ارکان دین سے ہے اور تہجد کی نماز کے متعلق ارشاد ہوا کہ اگر فیضِ ولایت چاہتے ہو تو تہجد پڑھا کرو" اس نقل کو لکھ کر حضرت خوب میاں صاحب پالن پوریؒ لکھتے ہیں" فقیر تو فقیر لیکن کون ایسا کاسب بھی ہوگا جو مصدقِ مہدیؑ ہو کر فیضِ ولایت کا خواہشمند نہ ہو، مرشد کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ روز بیانِ قرآن کرے تا کہ طالبانِ حق مذہب اور مسائل فقہ وسلوک سے واقف ہو جائیں لیکن بیانِ قرآن کرنے والے میں یہ صفات حسبِ فرمانِ مہدیؑ ہونا ضروری ہے کہ وہ متوکل ہو، طالبِ دنیا کے گھر نہ جائے۔ جو خدا دے خدا واسطے خرچ کرے، چشم سر سے خدا کو دیکھے

اور مرجائے تو اس کے حال کی خبر دے اس کے نزدیک زر و خاک برابر ہوں جس میں یہ باتیں نہ ہو وہ بیانِ قرآن کا اہل نہیں اور اہل نہیں تو وہ مرشد کامل بھی نہیں''

ذکر دوام: تمام فرائض شریعت و طریقت کا خلاصہ ذکر اللہ ہے۔ طالبِ صادق کے صفات اور اکتسابِ عشق کے شرائط کا خلاصہ بھی ہمیشہ خدا کی طرف متوجہ اور اس میں مشغول رہنا ہے۔ ذکرِ حق سے ایک لمحہ کی غفلت بھی حرام ہے۔ حضرت مہدی علیہ السلام فرماتے ہیں۔

ھر آں کو غافل از دے یک زماں است

دران دم کافر است اما نھاں است

یعنی جو خدا سے ایک دم بھی غافل رہا وہ اس دم کافر ہے مگر پوشیدہ ہے۔

کسے کو غافل پیوستہ باشد

جو ہمیشہ خدا سے غافل رہے گا اس پر

در اسلام بروئے بستہ باشد

اسلام کا دروازہ بند کر دیا جائے گا۔

آپ نے خدا سے غفلت اور موجب غفلت دونوں کو حرام قرار دیا ہے چاہے وہ کسب کرنا ہو یا علم کا پڑھنا یا دوسری کوئی مشغولیت۔ فرماتے ہیں'' اپنے دل کی نگہبانی کرو اور کوئی خطرہ دل میں آنے نہ دو'' فرماتے ہیں۔

ہیّون نتی پکھال تون کپڑ دھوئے مدھوئے

اُجّل ہووے نچھوٹ سے سکھ نند را مت سوئے

ترجمہ:'' ہر روز اپنا دل دھویا کر کپڑے دھویا مت دھو ماسویٰ اللہ کے نہ چھونے سے یعنی خیال غیر سے پرہیز کرنے سے صاف ہوتا ہے (اے طالبِ خدا) جب تک دیدارِ خدا سے چشم بینا اور دل روشن نہ ہو آرام اور بے فکری کی نیند مت سو''

ذکراللہ کے سوا دیگر نفل نمازیں (بجز نماز فرض وسنت وواجب) منع ہیں نفل عبادت میں ریا کا اندیشہ ہے اس لئے اس کی ممانعت ہے۔

ذکر کے پانچ اقسام ہیں۔ ذکرلسانی، ذکرِقلبی، ذکرِ روحی، ذکرِ سّری، ذکرخفی۔ لیکن سوائے ذکرخفی کے دوسرے اذکار کی ہمارے پاس تعلیم نہیں۔ یہاں صرف ذکرخفی کی طالب کو تعلیم دی جاتی ہے۔ پہلے کے اولیاء اللہ طالبانِ حق کو اذکار مذکورہ سے پہلے مختلف اوراد و وظائف پر لگا کر سب سے آخر میں ذکرخفی کی تعلیم دیتے تھے۔ لیکن حضرت مہدی علیہ السلام کے پاس جو حاضر ہوا آپ نے دہل اول ہی اُسے ذکرخفی کی تعلیم دی اور فرمایا ''سب کی انتہا ہماری ابتداء'' فرماتے ہیں ذکرخفی ایمان ہے۔

عزلت خلق: یعنی ایسے لوگوں سے الگ رہنا جن کی صحبت سے خدا کو بھول کر بُرے کاموں میں لگ جائیں۔ عزلت خلق دلی سکون کے حاصل کرنے اور ذکر میں لگے رہنے کے لئے بہت ضروری ہے۔ حصول عشق کے لئے خلوت اور عزلت کی شرط ہے۔ حضرت مہدی علیہ السلام فرماتے ہیں دائرہ کے باہر جلتی ہوئی آگ سمجھ کر کہیں نہ جاؤ۔ فرماتے ہیں۔ ''دم وقدم پر نظر رکھو''

توکل: ہر حال میں خدا پر بھروسہ رکھنا ضروری ہے۔ اپنے تمام کاروبار خدا پر سونپ دینا توکل ہے۔ حضرت مہدی علیہ السلام فرماتے ہیں روٹی پر توکل، توکل نہیں ہے کیونکہ خدا اور بندہ کے بیچ میں روٹی کا پردہ ہے۔

فرمایا'' عالی ہمت وہ ہے جو رسایندہ خدا اس وقت کھالے اور باقی ماندہ خدا کی راہ میں دیدے۔ توکل کے تحت فال کھولنا، تعویز طومار، گنڈے پلیتے، جھاڑ ا پھونکی، چُھو چھا وغیرہ تمام وہمی اعمال کی ممانعت ہے۔

عشر: حضرت مہدی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ'' خدا دس دانے دے تو ایک دانہ (عشر کی نیت سے) چیونٹی کو ڈال دو'' عشر منجملہ فرائض ولایت ہے کسب کے حدود میں ایک حد عشر پورا

پورا نکالنے کی ہے اس لئے عشر کا سب وفقیر سب پر فرض ہے۔عشر کے لئے مقدار مال یا مدت کے گزرنے کی کوئی قید نہیں جو بھی ملے اور جب بھی ملے اس وقت عشر دینے کا حکم ہے۔

مومن کی تعریف: حضرت مہدی علیہ السلام نے جو خدا کو چشم سر یا چشمِ دل سے یا خواب میں نہ دیکھے اس کو مومن نہیں کہا۔مگر طالب صادق کو جس کے صفات اوپر بیان ہوئے۔

فرمایا ''خدا کو دیکھنا ممکن خدا کو دیکھنے والا مومن''

فرمایا ''مومن وہ ہے جو ہر حال میں صبح وشام خدا کی طرف متوجہ رہے''

فرمایا ''مومن مجادگا ہے مومن گا ہے کافر''

فرمایا ''مومن اپنے نفس سے جہاد کرنے والا ہوتا ہے''

حضرت مہدی علیہ السلام نے آیت قرآن **ثم اورثنا الکتاب الذین** الخ پڑھ کر فرمایا یہ آیت میرے گروہ کے حق میں ہے۔ظالم نفس ملکوتی ہیں۔مقتصد (میانہ رو) جبروتی ہیں اور سابق بالخیرات لاہوتی ہیں۔پس جو شخص علم الیقین،عین الیقین،حق الیقین یعنی اندک فنا،نیم فنا،کامل فنا سے جو مراتب ولایت ہیں باہر ہو وہ ناسوتی ہے اور ناسوتی نفس ایمان نہیں رکھتا اور جو نفس ایمان بھی نہ رکھے وہ عذاب سے کیسے چھوٹ سکتا ہے مگر طالبِ صادق الخ

حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا ہمارا ایمان ذاتِ خدا تمہارا ایمان ذکر خدا۔

حضرت نے فرمایا ''مومن ذخیرہ نہیں کرتا''

حضرت نے فرمایا ''مومن عمداً گناہ نہیں کرتا''

گروہ مہدیؑ کے صفات:

حضرت بندگی میاں سید خوندمیر صدیق ولایتؓ عقیدہ شریفہ میں لکھتے ہیں۔

ودر حق گرویدگان فرمودہ فالذین ھاجرو الخ یعنی حضرت مہدی علیہ السلام نے مصدقوں کے حق میں یہ آیت پڑھی **فالذین** الخ جن لوگوں نے ہجرت کی اور گھروں

سے نکالے گئے اور اللہ کے راستے میں ایذائیں سہیں اور کافروں سے لڑ کر ان کو مارا اور خود بھی مارے گئے جو چار صفتیں اس آیت میں بیان ہوئے ہیں ہجرت، اخراج، ایذا اور قتال وہ مہدویوں کے حق میں بتلائے۔

حضرت مہدی علیہ السلام نے یہ آیت پڑھی۔ **انما المومنون الذین** الخ یعنی تحقیق کہ مومن وہی ہے جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل دہل جاتے ہیں جب اللہ کی آیتیں ان پر پڑھی جائیں تو (شوق عمل) سے ان کا ایمان زیادہ ہو جاتا ہے وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور اللہ ان کو جو رزق دے اس میں سے خرچ کرتے ہیں (عشر دیتے ہیں)

لاَاِلٰهَ اِلاَّ اللّٰه کے اقسام:

حضرت مہدی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "**لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰه** چار قسم پر ہے **لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰه** کہنا **لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰه** دیکھنا، **لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰه** چکھنا **لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰه** ہو جانا یہ تین مرتبے دیکھنا، چکھنا، ہو جانا تمام انبیاء اور اولیاء کے ہیں۔ یعنی علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین جو قسم کہ **لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰه** رہ گئی ہے وہ منافقوں کی صفت ہے جو نفس ایمان بھی نہیں رکھتے۔ جو نفس ایمان بھی نہ رکھے عذاب سے کیسے چھوٹ سکتا ہے مگر طالبِ صادق الخ۔

آپ نے کلمہ **لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰه** کے متعلق فرمایا کہ یہ تمام صحائف آسمانی اور کتب سماوی کی مراد ہے، اسی کلمہ سے آپ نے ذکر کا حکم دیا اور اس طرح فرمایا الا اللہ توں ہے لا الہ ہوں نہیں، اوپر والوں کا راستہ:

حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا "ہمارے بھائیوں نے جو ہم سے پہلے گزرے بڑی بڑی محنتوں سے خدا کو حاصل کیا، اور دھینگا مشتی کر کے اس جہاں سے ایمان لے گئے اگر بندہ کے زمانے میں ہوتے تو بندہ کی قدر کرتے"

پھر فرمایا "تم نے بندہ کو مفت پایا ہمارے بھائی سیدھا اور نزدیک کا راستہ چھوڑ کر ٹیڑھے

راستہ سے چکر کھاتے ہوئے چلے لیکن وہ اپنی طلب میں سچے تھے اس لئے اپنے مقصود کو پہنچ گئے''۔ صحابہ نے عرض کیا چکر اور دور کا راستہ کونسا اور نزدیک کا راستہ کونسا ہے آپ نے فرمایا اپنے اختیار سے بے اختیار ہو جانا۔ یہی نزدیک کا راستہ ہے'' انہوں نے بے اختیار ہو کر شریعت محمدیؐ کے موافق کیوں عمل نہیں کیا انہوں نے کس لئے تمام عمر کے روزے رکھے اور چھلے کیئے۔ اور کنویں میں اُلٹے سر لٹکے اس قسم کے عمل جو خدا نے نہیں فرمائے تھے اختیار کر کے گردش میں پڑے۔

فرمایا ہم کو اختیار دیا گیا ہے کہ اپنے اختیار سے بے اختیار ہو جائیں پھر فرمایا ''بے اختیار بختیار ہے''

فرمایا ''مرغ میدہ کھاؤ' صاف ستھرا مہین پہنو' سنگھاسن اور گھوڑے پر بیٹھو۔ مگر اپنی بے اختیاری سے خدا کو حاصل کرو فرماتے ہیں ایک دل خدا کو دیجئے من مانا سو کیجئے۔

شریعت کی پابندی: شریعت پر عمل کا حضرت مہدی علیہ السلام نے نہایت شدت سے حکم دیا ہے۔ فرمایا ''جس نے شریعت کی حدیں توڑیں اس نے اپنی مرادیں توڑیں'' نماز کے اہتمام کے تعلق سے فرماتے ہیں اذان کے بعد کام مت کرو اگر کیا وہ حرام ہے۔ آپ اگر کھانا کھاتے رہتے اور اذان ہوتی تو لقمہ صحنک میں رکھ کر اُٹھ جاتے۔ ایک دفعہ کوئی صحابی ایک رکعت کے بعد نماز میں شریک ہوئے اور امام کے ایک سلام پھیرنے کے بعد اٹھ کر اپنی رکعت پوری کر لی حضرت نے فرمایا تم نے دوسرے سلام کا انتظار کیوں نہیں کیا۔ عرض کیا مجھے کشف سے معلوم ہو گیا تھا کہ امام پر سہو نہیں ہے۔ فرمایا خاک پڑے ایسے کشف پر کہ امور شریعت میں اس کو دخل دیتے ہو۔ فرمایا نماز کا وقت آئے تو بندہ کو اطلاع دو اگر بندہ آ گیا بہتر ورنہ نماز پڑھ لو بندہ کا انتظار مت کرو' کیونکہ وقت فرض ہے اس کو جانے نہ دو'' حضرت مہدی علیہ السلام نے خدا سے ملنے کا نزدیک کا راستہ یہی بتلایا کہ بے اختیار رہ کر شریعت کے موافق عمل کریں'' خلاف شرع عمل پر آپ نے سخت تہدید کی فرمایا۔ جو عمداً گناہ کرے گا وہ کافر ہے۔ آپ نے کسی کی غیبت کی سخت

ممانعت کی'' فرمایا تارک الصلوٰۃ مانع الزکوٰۃ کافر ہے (معرفت المصدقین)

آپ نے فقہ کے چاروں آئمہ امام اعظمؒ امام حنبلؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ کی تعریف کی ان کو پہلوان اور طالب حق کہا۔ اور فرمایا امور دین میں انہوں نے موشگافی کی ہے اور جو کچھ کہا اور کیا سب خدا واسطے تھا اگر کسی شرعی مسئلے کی ضرورت ہو تو کتابوں میں دیکھ کر مسئلہ عزیمت پر عمل کرو (انتخاب المولید)

آپ سفر میں قصر کی نماز پڑھتے تھے۔ مگر بحالت سفر، روزہ کھولنے کی اجازت نہیں دی اور ایسے انداز میں صحابہ کی تفہیم کی کہ سب کے سب صحابہ کہنے لگے'' فرض خدا پر ہماری جان قربان ہے'' اور روزہ نہ کھولا حالانکہ سفر موسم گرما میں تھا۔ اور صحرا سے گزر رہے تھے۔

آپ نے منکر مہدی کے پیچھے نماز پڑھنے کی ممانعت کی ہے۔

شریعت کے لحاظ سے آپ نے اسرار کی گفتگو سے منع کیا۔ فرمایا جاننا ایمان اور کہنا کفر ہے تاکہ ایسے کلمات کے زبان سے نکلنے پر کفر عائد نہ ہو جائے'' جیسے **انا الحق، اعظم شافی** وغیرہ کہنا ہمارے پاس پانچ سو سال سے آج تک ہزاروں خدا بین بزرگ ہوئے ہیں کسی نے ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا نہ اپنا کمال ظاہر کیا، نہ کرامت بتلائی ہے بلکہ بندہ بنے رہے۔ حضرت مہدی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خدا بننا آسان ہے بندہ بننا مشکل ہے۔'' حدیث شریف **اذا تم الفقر فھو اللہ** سن کر فرمایا **فھو عبد اللہ**۔

یعنی جب فقیری کامل ہوتی ہے وہ اللہ ہو جاتا ہے فرمایا وہ عبداللہ ہو جاتا ہے یعنی وہی خدا کا کامل بندہ ہے جو فقیر کامل ہو، بزرگوں نے سوائے اپنے کو بندہ کہنے کے کوئی ایسا لفظ جس میں عظمت و شوکت ہو اپنے لئے پسند نہیں کیا۔ جیسے غوث، قطب وغیرہ۔ حضرت بندگی میاں سید میراں بن حضرت خاتم المرشدؓ ، حضرت بندگی میاں سید اشرف بن حضرت بندگی میاں سید میراں ستون دینؓ ، بندگی میاں سید یحییٰ بن بندگی میاں سید یداللہؓ کے جذب کے حالات جوان

کے وصال کے پہلے سے شروع ہوکر وصال کے وقت تک رہے مشہور ہیں۔لیکن اس بیخودی کے عالم میں بھی ان بزرگوں نے کوئی خلاف شرع کلمہ زبان سے نہیں نکالا۔ بندگی میاں سید تشریف اللہؒ کے فرزند میاں سید عبداللطیفؒ سے کم عمری میں ایک کرامت ظاہر ہوئی لوگ آپ کی طرف نہایت عقیدت سے لپکے آپ دوڑ کر بندگی میاں سید تشریف اللہؒ کے پاس آ کر چھپ گئے لوگ پہنچے اور کہا اس شکل کا ایک آدمی وہ اوتار ہے وہ ہمارا پر میشور (خدا) ہے ہم اس کے لئے آئے ہیں بندگی میاں سید تشریف اللہؒ نے فرمایا ''یہاں پر میشور (خدا) کوئی نہیں سب خدا کے بندے ہیں ''(خاتم سلیمانی)

گروہ مہدویہ کے بعض مذہبی شعائر:

جیسے اہل تشیع ماہ محرم میں علم اور تعزیئے بٹھاتے، ماتم اور سینہ کوبی کرتے ہیں یہ ان کا شعار یہ افعال ان کے پاس فرائض سے بڑھ کر اہمیت رکھتے ہیں۔ مہدویوں کے بعض شعائر ہیں ایک تو دوگانہ تحیۃ الوضو کی ادائی جس کے متعلق حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا جو وضو کر کے دوگانہ نہ پڑھے وہ دین کا بخیل ہے اور دوسرے سجدہ میں خفیہ دعا کرنا (ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ممنوع ہے) بہرہ عام کرنا یہ عمل حصول فیض کی خاطر ہے۔ دوگانہ لیلۃ القدر سے یہ نماز رمضان کی ستائیسویں شب بہ نسبت فرض ادا کی جاتی ہے۔ کیونکہ شب قدر کا اظہار خدا کی طرف سے مہدی علیہ السلام پر ہوا۔ اس لئے اس نماز کا بڑا اہتمام کیا جاتا ہے۔

یہ مہدویت کا مختصر تعارف فرامین امامنا کی روشنی میں جس کا خلاصہ شریعت کی پابندی کے ساتھ رات دن خدا کی طرف متوجہ رہنا اور صرف ایک اللہ کے ہو کر رہ جانا اور غیر اللہ سے یہاں تک کہ اپنی ہستی سے بھی پرہیز کرنا ہے۔ شعر

نسیانِ وجود مغیر دین است
اجماع محققاں بریں است

دعوتِ حق

حضرت عمرو بن عوفؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''میں تم پر فقر وناداری کے آنے سے نہیں ڈرتا لیکن مجھے تمہارے بارے میں یہ ڈر ضرور ہے کہ دنیا تم پر زیادہ وسیع کردی جائے جیسی کہ تم سے پہلے لوگوں پر وسیع کی گئی تھی پھر تم اس کو بہت زیادہ چاہنے لگو جیسا کہ انھوں نے اس کو بہت زیادہ چاہا تھا۔ اور پھر وہ تم کو ہلاک کردیگی جیسے کہ اس نے اگلوں کو ہلاک کیا' (معارف الحدیث حصہ دوم) اس حدیث سے واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ کو یہ فکر لاحق رہی کہ کہیں دنیا آپ کی امت پر کشادہ ہوکر مسلمان ہلاکت کو نہ پہنچ جائیں اس لئے آنحضرت ﷺ نے اُمت کو ہلاک ہونے سے بچانے کی خاطر ایک شخص کی بعثت کی پیشین گوئی فرمائی جس کا لقب ''مہدی'' ہوگا جو امت کو ہلاکت سے بچائے گا۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ ''میری اُمت کیسے ہلاک ہوسکتی ہے کہ میں اس کے اول میں ہوں اور عیسیٰ اس کے آخر میں ہیں اور مہدی میری اہل بیت سے اس کے وسط میں ہیں۔ (مشکواۃ شریف) آمدِ مہدی کو آنحضرت ﷺ نے اتنا ضروری قرار دیا کہ فرمایا ''اگر باقی نہ رہے دنیا کی مدت سے مگر ایک ہی دن تو البتہ اللہ تعالیٰ دراز کردے گا اس کو یہاں تک کہ مبعوث ہو اس میں ایک شخص میری امت سے جو میرا ہمنام ہوگا'' (ابوداؤد) تاریخ شاہد ہے یہ جیسے جیسے زمانہ آنحضرت ﷺ سے دور ہوتا گیا مسلمانوں میں حق پرستی کے بجائے خودغرضی اور دنیا پرستی عام ہوگئی۔ اور وہ ذاتی مفاد کو دینی امور پر ترجیح دینے لگے۔ عوام پر اپنا اثر قائم رکھنے کے لئے علماء فلسفہ، منطق کی گتھیوں اور فقہی موشگافیوں میں الجھ کر رہ گئے۔ اور مشائخین نے کتاب وسنت پر عمل سے اعراض کرکے محض شہرت نفس کی خاطر ایک ایسے عمل کو اپنا لیا جس پر صاف رہبانیت کا اطلاق ہوتا ہے۔ عوام کی بڑی تعداد مشرکانہ عقائد اور جاہلانہ رسوم میں مبتلا ہوتی چلی گئی اور بجائے اس کے کہ اپنی اصلاح کی طرف

متوجہ ہوتے' مسلمان دنیا کی محبت میں مبتلا ہوکر دین سے غافل ہوگئے۔ ایسے میں حسبِ بشارتِ نبی کریم ﷺ حضرت مہدیؑ کا ظہور ہوا آپ کا اسم گرامی سید محمد ہے آپ کے والد کا نام مبارک سید عبداللہ اور والدہ آمنہ سے موسوم تھیں۔ آپ کی ولادت شہر جونپور میں ۸۴۷ھ میں عمل میں آئی۔ بچپن ہی سے آپ کی زندگی معجزانہ طور پر وہبی عشق کی حامل رہی ہے۔ سات سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کرلیا بارہویں سال میں تمام علوم سے فارغ ہوکر علمائے شہر سے ''اسد العلماء'' کا خطاب حاصل کیا۔ اور آپ کی متقیانہ زندگی اور زاہدانہ طریقِ عمل نے لوگوں میں آپ کو ''سید الاولیاء'' مشہور کردیا۔ ۲۸/سال کی عمر میں سلطان جونپور کے ساتھ جہاد میں شریک رہ کر رائے گوڑ کو قتل کیا اس کے بعد ۱۲ سال تک بے ہوش رہے۔ صرف نماز کے وقت ہوش آتا بعد نماز پھر بے ہوش ہوجاتے جذبہ' حق فرو ہونے پر ۴۰ سال کی عمر میں خلافتِ الٰہی پر فائز ہوکر خلق کی ہدایت پر مامور ہوئے اور وطن سے ہجرت فرما کر بڑے بڑے شہروں چندیری' مانڈو' چاپانیر' برہان پور' دولت آباد' احمد نگر' بیدر' گلبرگہ' بیجاپور ہوتے ہوئے ڈابھول بندر تشریف لائے وہاں سے مکہ معظمّہ بغرضِ حج تشریف لے جاکر یہاں ۹۰۱ھ میں بحکم خدا اپنے مہدیؑ ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور فرمایا ''من اتبعنی فھو مومن'' (جس نے میری اتباع کی وہی مومن ہے) وہاں سے گجرات واپس ہوکر احمد آباد آئے۔ اور دوبارہ اپنے دعویٰ کو پیش کیا۔ احمد آباد سے پٹن ہوکر بڑلی تشریف لائے اور یہاں تیسری مرتبہ ۹۰۵ھ میں اپنے مہدی موعودؑ ہونے کا دعویٰ کیا جس کو دعویٰ موکد کہتے ہیں۔ اور تاعمر اسی پر مصر رہے۔ بڑلی سے جالور' ناگور' جیسلمیر' ٹھٹھہ' کاہہ' قندہار ہوکر فرہ (افغانستان) میں نزول اجلال فرمایا اور یہیں ۹۱۰ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ موافق ومخالف دونوں اس امر کے معترف ہیں کہ آپ پورے پورے اخلاق رسول کریم ﷺ کے حامل تھے۔ اور آپ کی روش بالکلیہ پیغمبرانہ تھی۔ آپ نے کتاب وسنت کو اپنا مذہب قرار دیا۔ جاہ وعزت کی خواہش ولذت میں پھنسے رہنے سے لوگوں کو بچا کر رسم وعادت وبدعت کرنے سے روک کر خودی وہستی سے ایسا چھڑایا کہ شرک خفی وجلی دونوں ملیامیٹ ہوکر رہ گئے۔ خاتمِ ولایت محمدی ہونے کی حیثیت

سے احسان کے مسائل کا جس کی تعریف حدیث میں ا ن تعبدو الله کانک ترا ہ سے کی گئی ہے بیان فرما کر لوگوں کو بصیرتِ حق پر قائم کرا دیا۔اور بینائی حق کو شرطِ ایمان قرار دے کر طلبِ دیدار خدا کو فرض کر دیا کہ معراجِ انسانیت دیدار ہی ہے۔اور اعلان کیا کہ ''خدا کو دیکھنا ممکن اور خدا کو دیکھنے والا مومن'' حضرت نبی کریم ﷺ نے آیت قل ھٰذہٖ سبیلی ادعوا الی الله علی بصیرۃ انا و من اتبعنی کو پیش فرمایا تھا اسی دعوت کی آپ نے دوبارہ تجدید کر کے ثابت کر دیا کہ اس آیت میں من اتبعنی سے مراد ''میری ہی ذات ہے کوئی اور نہیں'' ترکِ دنیا' ہجرتِ وطن' توکل و تسلیم کو اصولِ مذہب کے طور پر پیش کر کے ان پر عمل کو لازم گردانا اور علی الدوام ذکر حق میں مستغرق رہنے کا حکم دے کر فرمایا کہ ''مومن وہی ہے جو ہر حال میں صبح و شام خدا کی طرف متوجہ رہے'' انسان کا سب سے بڑا دشمن اس کا نفس ہے اس لئے آپ نے ہمیشہ نفس سے جہاد کی ترغیب دی جس کو نبی کریم ﷺ نے جہادِ اکبر فرمایا ہے۔آپ کی دعوتِ حق پورے ۲۳ سال رہی ہر جگہ آپ کے وعظ و بیان نے ایک ہلچل مچادی سینکڑوں' ہزاروں افراد دنیا سے روگردان ہو کر صنوطن کو ترک کر کے آپ کے ساتھ ہو گئے۔اور مال و دولت' بیوی بچے' عزیز و اقارب سب کو اللہ کی محبت میں خیرباد کہہ دیا اور فسوف یاتی الله بقوم یحبھم و یحبونه کی قرآنی پیشین گوئی پوری ہوئی۔اس طرح آپ نے ان اہل اسلام کو جنہوں نے آپ کی دعوت پر لبیک کہا تھا مال و جاہ کی محبت سے چھڑا کر ہلاک ہونے سے بچا لیا۔

مختصر یہ کہ آپ کی دعوت نے آپ کے متبعین کو کجروی و بدعت سے روک کر کتاب و سنت کے راستہ پر واپس لایا اور عصر اول کے اسلام کو دوبارہ زندگی بخشی اور لوگ بینا بحق ہو گئے۔اور آج تک بھی آپ کی قوم رسم و عادت اور دنیا کی محبت سے دستبردار سنتِ نبی ﷺ پر قائم اور ہر قسم کی بدعتوں سے محترز ہے جس کا طرۂ امتیاز ہر عمل میں اخلاص کو پیش نظر رکھنا ہے اور خلوصِ نیت ہی وہ چیز ہے وہ جو نفس و شیطان کے دھوکوں سے بچا کر رسول اللہ ﷺ کے امتی کو یوم لا یخزی الله النبی و الذین معه کا مصداق بنا سکتی ہے۔ و ما علینا الا البلاغ

مہدویت

مہدویت کوحضرت مہدی علیہ السلام کی تعلیمات کی روشنی میں سمجھنا نہایت ضروری ہے۔
مہدویت حضرت مہدی علیہ السلام کے مذہب کا نام ہے دین اسلام کی حقیقت کا اظہار مہدویت ہی سے ہوا ہے۔حضرت مہدی علیہ السلام نے اپنے مذہب کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔ مذہب ما کتاب اللہ واتباع محمد رسول اللہ۔کتاب وسنت ہی جزائے مہدویت ہیں۔رسوم وعادات کا مہدویت سے کوئی تعلق ہی نہیں کہ یہ باتیں اپنے عامل کو بہر ولایت محمدی سے محروم کر دیتی ہیں۔ حضرت مہدی علیہ السلام ناصرِ دین محمدیؐ ہیں۔آپ نے دین اسلام کواس کے حقیقی خط وقال کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کیا۔جیسے کہ وہ عصر اول میں تھا۔دراصل مہدویت ان عقائد پر قائم رہ کر جواہل سنت کے مسلمہ ہیں اور حضرت مہدی علیہ السلام کوخلیفۃ اللہ اور مامور من اللہ جان کر اسوۂ رسولؐ پر عمل کا دوسرا نام ہے۔حضرت مہدی علیہ السلام نے اپنی بعثت کی غرض وغایت یہ بتائی ہے کہ خدائے تعالیٰ نے ہم کواس لئے بھیجا ہے کہ وہ احکام وبیان کہ ان کا تعلق ولایت محمدیؐ سے ہے ۔مہدی کے واسطے سے ظاہر ہوں۔ ولایت کے معنی خدا سے قربت اور دوستی کے ہیں۔احکام ولایت پر عمل بندہ کوخدا سے قریب کر دیتا ہے۔اوراس کے دیدار سے سرفراز کراتا ہے۔آیت قرآن کی رو سے جنوں اورانسانوں کی پیدائش خدائے تعالیٰ کی بندگی اورعبادت کے لئے ہے۔ **وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون** (ہم نے جنوں اورانسانوں کواپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے)اورعبادت وہی صحیح ہے جو دیدار کے ساتھ ہو جیسے کہ حدیث شریف میں صراحت ہے کہ **ان تعبدواللہ کانک تراہ** (اللہ کی عبادت ایسی کرو جیسے اس کو دیکھ رہے ہو) پس مقصد عبادت کی تکمیل کے مدنظر اپنے مذہب کو مذہب بصیران قرار دے کر حضرت مہدی علیہ السلام نے

طلبِ دیدارِ خدا کو فرض کر دیا ہے۔ اور فرمایا ہر مرد و عورت پر خدائے تعالیٰ کے دیدار کی طلب فرض ہے۔ جب تک کوئی شخص چشمِ سر یا چشمِ دل سے یا خواب میں خدا کو نہ دیکھے مومن نہیں ہو سکتا۔ مگر طالب صادق جس نے اپنے دل کی توجہ غیر اللہ سے ہٹالی ہے اور اس کو اپنے مولیٰ کی طرف متوجہ کر دیا ہے اور ہمیشہ خدا میں مشغول ہے اور دنیا اور خلق سے ٹوٹ گیا ہے اور اپنے سے نکل آنے کی ہمت کرتا ہے فرمان مہدیؑ تصدیق بندہ بینائی خدا کے پیش نظر ہر مہدوی کا خدا کو حاصل کرنا ضروری ہے۔ آپ فرماتے ہیں خدا اور بندہ میں بندہ کی ذات ہی کا پردہ ہے۔ ذات بندہ یعنی ہستی و خودی کا اتصال بغیر ترک دنیا کے ممکن نہیں۔ **فاما من طغیٰ و آثر الحیواۃ الدنیا فان الجحیم ھی الماویٰ** (جس نے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو اختیار کیا تو دوزخ اس کا ٹھکانہ ہے۔) کے تحت حضرت مہدی علیہ السلام نے دنیا کی طلب کو کفر کہا ہے اور فرمایا ''حیات دنیا کا وجود کفر ہے یعنی جان سے جینا کہ اس کو ہستی و خودی کہتے ہیں'' آیت شریفہ **زین للناس حب الشھواۃ من النساء والبنین والقناطیر المقنطرۃ من الذھب والفضۃ والخیل المسومۃ والانعام والحرث ذالک متاع الحیواۃ الدنیا واللہ عندہ حسن المآب** (ترجمہ: لوگوں کو مرغوب چیزوں، بیبیوں اور بیٹوں اور سونے کے خزانوں اور چاندی کے ڈھیروں اور عمدہ عمدہ گھوڑوں اور مویشیوں اور کھیتی کے ساتھ دلبستگی بھلی معلوم ہوتی ہے یہ تو دنیا کی زندگی کے فائدے ہیں اور اچھا ٹھکانہ تو اللہ کے ہاں ہے) کی رو سے آپ نے علائق دنیوی سے کنارہ کشی کا حکم صادر کر کے کہا ''سوائے ترک دنیا کے ایمان نہیں'' اور **قل ان کان آباؤکم وابناء کم واخوانکم وازواجکم وعشیر تکم واموال ن اقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومساکن ترضونھا احب الیکم من اللہ رسولہ وجھاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ امرہ** (ترجمہ: کہہ دو اے محمد اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیبیاں اور تمہارے کنبہ دار اور مال جو تم نے کمائے ہیں اور

سوداگری جس کے مندا پڑنے کا تم کو اندیشہ ہے اور مکانات جن کو تمہارا دل چاہتا ہے اگر یہ چیزیں اللہ اور رسول اور اللہ کے راستے میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز ہوں تو صبر کرو یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ جائے) کے لحاظ سے عزیز واقارب' بیوی بچے' مال ودولت کو چھوڑ کر وطن مالوف سے ہجرت کر کے **کونوا مع الصادقین** (صادقوں کے ساتھ رہو) کی تعمیل میں صادقوں کی صحبت اختیار کرنے کو فرض کر دیا اور ہر حال میں ان سے موافقت رکھنے کا اجماع' بہرہ عام' نوبت نشینی (شب بیداری) بیان قرآن میں شرکت کرنے اور اوقات ذکر کی حفاظت' زحمت کشی' فقر وفاقہ وغیرہ میں ان کا ساتھ دینے کی ہدایت کی اور جو کچھ فتوح غیب سے وصول ہو اس میں سب کا حصہ برابر ٹھہرا کر علی السویہ تقسیم کا حکم دیا۔ عشر اور ایثار مال کی ترغیب دلا کر اتفاق واتحاد کا درس دیا۔ ہجرت' اخراج' ایذا وقتال کو اپنے گروہ کی علامت قرار دے کر فرمایا۔ مہدی اور اس کی قوم کو کوئی مقام ومسکن اور کوئی جگہ نہیں ہے۔ آپ نے عزت ولذت کو چھوڑنے اور دم وقدم کی نگہبانی کی تاکید کی اور فرمایا۔

پھاٹا پیریں ٹونکا کھائیں
راول دیول کبھو نہ جائیں
ہم گھر آہی یاہی ریت
پانی دیکھیں اور مسیت

اہل دنیا کے ساتھ میل جول رکھنے اور انکے گھر آمد ورفت رکھنے میں آپ نے اپنا ناخوشی کا اظہار کیا اور فرمایا اہل دنیا سے جو شخص صحبت رکھے یا اس کے گھر جائے یا اس سے محبت رکھے وہ ہمارا نہیں۔ محمدؐ کا نہیں اور خدا کا بھی نہیں۔ بالعموم شہروں اور آبادیوں سے دور (دائرہ بنا کر) رہنا آپ کا اور آپ کے اصحاب کا طریقہ رہا ہے۔ بربنائے آیت **الذین امنوا اشد حباً لله** (جو مومن ہیں ان کو اللہ سے سخت محبت ہوتی ہے) کسب عشق ومحبت کے لئے جو حصول دیدار کے لئے زینہ اول کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ نے خلوت اختیار کرنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا '' طالب حق کسی

سے بھی نہ ملے نہ اپنوں سے نہ پرایوں سے اور کھڑے بیٹھے لیٹے ہر حالت میں حق کا ملاحظہ رکھے۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے **فاذکر و اللہ قیاماً وقعوداً وعلٰی جنوبکم** (ترجمہ: کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہمیشہ خدا کا ذکر کرتے رہو) اس آیت سے حضرت مہدی علیہ السلام نے ذکر دوام کو فرض کر کے ایک لمحہ غفلت کو بھی کفر خفی کہا ہے اور پاس انفاس کی حفاظت کے ساتھ ذکر خفی کا حکم دے کر فرمایا آٹھ پہر کا ذاکر مومن کامل، پانچ پہر کا ذاکر مومن ناقص، چار پہر کا ذاکر مشرک، تین پہر کا ذاکر منافق ہے۔ حضرت مہدی علیہ السلام نے کلمہ **لا الہ الا اللہ** کے (جو کلمہ ذکر ہے) چار اقسام بیان فرمائے ہیں۔ ایک **لا الہ الا اللہ** کہنا ہے دوسرے **لا الہ الا اللہ** دیکھنا ہے تیسرے **لا الہ الا اللہ** چکھنا ہے چوتھے **لا الہ الا اللہ** ہو جانا ہے یہ تینوں مرتبے پیغمبروں اور اولیاء اللہ کے ہیں۔ یعنی علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین۔ اور پہلی قسم جو **لا الہ الا اللہ** کہنا رہ گئی ہے وہ ان چار قسموں میں منافقوں کی صفت ہے جو نفس ایمان بھی نہیں رکھتے۔

نقد هستی محو کن در لا اله

تا بیابی دار ملک پادشه

جب تک باطن نہ کھلے یا کوئی حالت پیدا نہ ہو کوشش ذکر کا حکم ہے۔ اور ہر قسم کے اوراد اور وظائف تہلیلات، تسبیحات، پنجسورہ، ہفت سورہ پڑھنا، تسبیح پھیرنا، دعائیں پڑھنا، چلّے بیٹھنا، ذکر جلی کرنا، نفل روزے رکھنا، نفل نمازیں پڑھنا وغیرہ سب ممنوع ہیں کہ اس سے ذکر دوام ساقط ہوتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں مومن وہ ہے جو ہر حالت میں **بالغدو الاصال** کی توجہ میں رہے۔

ہیوں نتی پکھال توں

کپڑ دھوے مدھوے

اُجّل ہووے نچھرٹ سے

سُکھ نند راست سوئے

آپ کا ارشاد ہے اپنی ذات خدا کو تسلیم کر دو اور کسی کے ساتھ بھی مشغول نہ رہو۔ خدا کا

سہارا مضبوط پکڑنے اور اس پر توکل کرنے کا قرآن مجید میں متعدد مقامات پر حکم ہے۔ حضرت مہدی علیہ السلام نے تلاش معاش کی مصروفیت اور روٹی روزگار کی فراہمی کی فکر کے بجائے توکل برذات خدا کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا روٹی کا اللہ نے وعدہ کیا ہے۔ **وما من دابة علی الارض الا علی الله رزقها** (زمین پر کوئی ایسا جاندار نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ نہ ہو) یہ اللہ کا وعدہ ہے اگر تجھے اس وعدہ پر یقین ہے تو تو مومن ہے ورنہ کافر ہے۔ آپ نے تدبیر کے ترک کرنے اور بے اختیار رہنے کا حکم دیا اور خلاف توکل تمام اعمال توہمات' تعویذ' طومار' گنڈے پلیتے وغیرہ کی ممانعت کر دی اور ان طریقوں سے ہی روک دیا جو بے اختیاری کے خلاف ہیں جس کا قرآن یا حدیث میں کوئی ذکر نہیں۔ جیسے تمام عمر کے روزے رکھنا' حلال چیزوں کو چھوڑنا' چلّے پہ چلّے کرنا' کنوؤں میں اُلٹے سر لٹکنا وغیرہ۔ آپ فرماتے ہیں ''مرغ میدہ کھاؤ' صاف ستھرا مہین پہنو' سنگھاسن اور گھوڑے پر بیٹھو مگر اپنی بے اختیاری سے خدا کو حاصل کرو''

یہ سب باتیں لوازمات مذہب مہدی ہیں جو فرض و واجب کے درجے میں ہیں۔ حضرت مہدی علیہ السلام نے شریعت کی عظمت کے پیش نظر فرمایا'' **شریعت بعد از فنائے بشریت است**۔ اس سے ظاہر ہے کہ شریعت کے مقصود کا حصول فنائے بشریت پر منحصر ہے۔ اور بشریت کا فنا ہونا اور میں پنے سے رہائی احکام ولایت پر عمل کے سوا ممکن ہی نہیں۔ جن کی تاکید صرف قرآن ہی میں نہیں بلکہ حضرت رسول اللہ ﷺ کا عمل بھی اس کو موکد کر دیتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے پادشاہت کے بالمقابل فقیری کو اختیار کر لیا تھا کہ آپ کو دنیاوی لذات کی طرف نظر بھر کر دیکھنے کی بھی ممانعت کر دی گئی تھی **ولا تمدن عینیک الیٰ ما متعنابه ازواجاً منهم زهرة الحیواة الدنیا** (اور ہرگز ان چیزوں کی طرف آپ آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھئے جن سے ہم نے کفار کے مختلف گروہوں کو ان کی آزمائش کے لئے متمتع کر رکھا ہے کہ وہ دنیاوی زندگی کی رونق ہے) دنیا کی جو مذمت احادیث شریفہ میں بیان کی گئی ہے وہ ظاہر ہے جیسے

دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت ہے' دنیا مردار ہے اور اس کے طالب کتے ہیں وغیرہ اور دنیا بروئے حدیث نبویؐ بجائے ہلاکت ہے۔خود آنحضرت ﷺ کا دنیا سے گریز کا یہ حال تھا کہ چالیس چالیس دن آپ کے گھر میں چولھا نہ سلگتا۔ بھوک اور فاقہ سے شکم مبارک پر دو دو پتھر بندھے رہتے تھے۔انتہائی سادہ زندگی آپ نے اختیار کی تھی ۔لباس آپ کا رات دن کا ایک ہی تھا۔رات کا کھانا صبح کے لئے اور صبح کا کھانا رات کے لئے نہ رکھتے۔کبھی آپ نے جو کی روٹی پیٹ بھر نہ کھائی۔کم کھانا' کم سونا' کم بات چیت کرنا اور خلق اللہ سے کم ارتباط رکھنا آپ کی عادت میں داخل تھا جو بھی مال ہدیہ یا تحفہ کے طور پر آپ کی خدمت میں پیش ہوتا بقدر ضرورت لے کر فقراء اور مساکین میں تقسیم کر دیتے ۔صدقہ کا مال آپ نے کبھی اپنی ذات پر خرچ نہیں کیا۔ آپ کی بیویوں کے حجرے نہایت پست اور تنگ وتاریک تھے کہ ان کی چھت سر پر لگتی تھی۔اور اس پر پتے چھائے ہوئے تھے۔آپ نے پیسے کے اس مصرف کو بدترین بتایا جو پانی اور مٹی (عمارت بنانے) میں ضائع کیا جائے۔مکہ سے آپ نے ہجرت کی اور مدینہ کو جائے قیام قرار دے کر جو دین کی خاطر ہجرت کرے اس کو بشارت دی کہ وہ آخرت میں محمدؐ اور ابراہیمؑ کا ساتھی ہوگا۔آپ نے بے انتہا تکلیفیں سہی ہیں اور ہولناک مقامات پر ثابت قدمی دکھلائی ۔ ہر حال میں آپ کا بھروسہ اللہ پر تھا۔تونگروں سے بے نیاز رہتے۔فقیروں کے ساتھ تواضع سے پیش آتے اور ایسے ہی لوگوں کے ساتھ جو زینت حیات دنیا سے الگ اور اللہ کی خوشنودی کے طلبگار ہیں اور صبح وشام اس کی یاد میں لگے ہوئے ہیں اتنا آپ کو مرغوب تھا کہ فرمان خداوندی ہے۔**واصبر نفسک مع الذین یدعون ربه وبالغدوة والعشی یریدون وجهه** (اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ رہنے کے لئے مجبور کرو جو صبح وشام اللہ کو پکارتے اور اس کا دیدار چاہتے ہیں) اللہ کی عبادت میں قیام سے آپ کے پیروں پر ورم آجاتا رات رات بھر جاگتے رہتے۔صبح کی نماز کے بعد کبھی دن کے چڑھ آنے تک اور کبھی ساڑھے دس بجے تک آپ محو عبادت رہتے۔عصر سے مغرب تک

مصلے پر بیٹھے رہنا آپ کا معمول تھا۔ بلکہ **واذکر ربک فی نفسک تضرعاً وخیفة دون الجھر من القول بالغدو والاصال** (اپنے پروردگار کو اپنے جی ہی جی میں تضرع اور خوف کے ساتھ بغیر آواز کے صبح وشام یاد کرتے رہو) کی تعمیل میں آپ ہر وقت یاد الٰہی میں رہتے۔ ذکر اللہ کی آپ نے بڑی فضیلت بیان کی ہے اور اس کو سونا چاندی خرچ کرنے اور جہاد سے بھی افضل بتایا۔ تنہائی آپ کو بہت پسند تھی اور یہی آپ کو **وتبتل الیه تبتیلا** کے ذریعہ حکم بھی دیا گیا تھا یعنی اے محمد سب سے ٹوٹ کر اسی کے ہو جاؤ نبوت کے پہلے کا حال تو معلوم ہے۔ نبوت ملنے اور ہجرت کے بعد بھی آپ کا یہ طریقہ تھا کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضور تخلیہ کی غرض سے ٹیلوں اور پہاڑیوں پر چلے جایا کرتے تھے۔ آپ نے اس شخص کی تعریف کی ہے جو اپنے دین کو محفوظ رکھنے کی خاطر بھاگ جائے اور پہاڑ پر رہنے لگے اور شرور وفتن کے زمانے میں آپ نے اپنے اصحاب جیسے حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت ابوثعلبہ وغیرہ کو عوام سے الگ رہنے کی ہدایت کی ہے۔ خدائے تعالیٰ سے آنحضرت ﷺ کو جو قرب حاصل تھا اس کے متعلق آپ خود فرماتے ہیں **لی مع اللہ وقت لا یعنی ملک مقرب ولا نبی مرسل** (مجھے اللہ کے ساتھ ایسا وقت سرمدی ہے کہ اس میں کسی فرشتے اور نبی مرسل کو بھی دخل نہیں)

یہ تھا سرور کائنات ﷺ کی ولایت کا خاصہ جس پر حضرت مہدی علیہ السلام نے اپنی قوم کو چلایا اور دیدار خدا تک ان کو پہنچا کر مومن حقیقی بنایا۔ آپ کی بعثت نے اسلام میں جان ڈال دی اور ایک ایسا معاشرہ وجود پذیر ہوا جن پر فرشتوں کا گمان ہوتا ہے۔ **فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونه** (اللہ عنقریب ایک قوم کو لائے گا جس سے اللہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کریں گے) کی قرآنی پیشین گوئی آپ کی آمد سے پوری ہوئی۔ اس قوم عالی منزلت کی نسبت آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔ **قال یا اباذر ما غمی وفکری؟** ترجمہ اے ابوذر تمہیں معلوم ہے میں کس سوچ اور فکر میں ہوں اور کس بات کی طرف میرا شوق لگا ہوا ہے۔ صحابہ

نے عرض کیا اے رسول اللہ اپنی فکر اور سوچ سے مطلع کیجئے۔آپ نے فرمایا آہ میرے بھائیوں کو دیکھنے کا شوق (جو میرے بعد ہوں گے) صحابہ نے کہا ہم بھی تو آپ کے بھائی ہیں۔آپ نے فرمایا تم میرے صحابہ ہو میرے بھائی تو وہ ہیں جو میرے بعد ہوں گے۔جن کی شان نبیوں کی شان ہوگی اور وہ خدا کے نزدیک شہیدوں کے درجے پر ہوں گے۔وہ اپنے باپ اپنی ماں اپنے بھائی اپنی بہنوں اپنے بیٹوں سے (محض) خدا کی خوشنودی کے لئے الگ ہو جائیں گے وہ اپنے مال کو خدا کے لئے چھوڑ دیں گے اور کمال تواضع کے باعث اپنی ذات کو ذلیل سمجھیں گے۔خواہشات اور دنیا کی فضول چیزوں کی طرف رغبت نہ کریں گے وہ محبت الٰہی کی وجہ سے خدا کے کسی گھر میں جمع ہوں گے۔عشق الٰہی میں مغموم ومحزون رہیں گے۔ان کے دل خدا سے لگے ہوں گے۔ان کی روحیں اللہ سے واصل ہوں گی۔ان کے عمل (خالص) اللہ کے واسطے ہوں گے۔

پس آیت قرآنی اور اسوۂ نبوی ﷺ کی روشنی میں حسبِ فرمان مہدیؑ مذہب ما کتاب اللہ واتباع محمد رسول اللہ ''مہدویت'' نام ہے کتاب وسنت پر عمل کا اور وہ ہے خدا کے عشق ومحبت میں جینا اور اسی راستہ کو اختیار کرنا جس پر چل کر بالآخر خدا کے دیدار سے مشرف ہو جائیں۔

اللھم آتنا التصدیق المھدی الموعود کما ھو التصدیق

فرقۂ ناجیہ

حضرت رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں۔عنقریب میری امت تہتر فرقے ہوجائے گی جن میں بہتّر ہالک اور ایک فرقہ ناجی ہے۔اور یہ وہ لوگ ہیں جو میری اور میرے صحابہؓ کی روش پر قائم ہیں۔سنت رسول ﷺ وروش صحابہؓ کو سمجھنے کے لئے پہلے اس بات کو جاننا ضروری ہے کہ مومن وہی ہے جس کو خدا سے محبت ہو۔ الذین امنوا اشد حبا لله اور آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے لحاظ سے محبت حق کی علامت محبت نبی کریم ﷺ اور آپ کی اتباع ہے۔محبت الٰہی کی شرط بلا اور محبت رسول اللہ ﷺ کی شرط فقر ہے۔فقر وافلاس حضور نبی کریم ﷺ کے واسطے لازم تھا۔آپ کے ساتھ لگا ہوا تھا اور آپ سے جدا ہوتا نہ تھا اسی واسطے آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص میری محبت کا دعویٰ کرے اس کی طرف فقر اس سے زیادہ تیزی وجلدی کرتا ہے جیسے کہ پانی کا رو اپنے انتہا کی طرف'' نیز مروی ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں آپ کو اللہ واسطے دوست رکھتا ہوں۔آپ نے یہ سن کر اس سے ارشاد فرمایا تو بلا اور فقیری کو اپنی چادر بنالے کیونکہ تو میری صفت سے متصف ہونا چاہتا ہے۔آپ نے ترک دنیا کو اپنی اتباع کی علامت بتایا ہے آپ کے فقر کی یہ حالت تھی چالیس چالیس دن آپ کے گھر چولہا نہ سلگتا تھا۔

سلام اس پر کہ جس کے گھر میں چاندی تھی نہ سونا تھا
سلام اس پر کہ ٹوٹا بوریا جس کا بچھونا تھا

یہی نہیں بلکہ آنحضرت ﷺ کا طریقہ عمل تو مشہور ہے۔سچائی کی پابندی مدت العمر دنیا سے منہ موڑے ہوئے رہنا اور انتہا درجے کی سخاوت کر کے اپنے پاس ایک دن کی قوت سے زیادہ

نہ رکھا اور شجاعت اس حد تک کہ کبھی دشمن کے مقابل سے فرار اختیار نہیں کیا۔ اگر چہ کہ احد کے جیسا بڑا بارعب دن دیکھا۔ فصاحت ایسی کہ عرب کے فصیح گونگے ہو گئے۔ اور تکلیفوں اور مصیبتوں کے باوجود اپنے مدعا پر ثابت قدمی تو انگروں کے مقابل اظہار رفعت اور فقیروں کے ساتھ تواضع اہل وعیال کی دلجوئی، خادموں پر مہربانی اپنا کام آپ کرنا اور عبادتی امور کی طرف انہاک، یہ ہیں حضرت سرور کائنات ﷺ کی سنتیں جو ادائے فرائض کے بعد ہر پیرو پر عائد ہوتی ہیں اصحاب رسول اللہ ﷺ کے احوال بھی انہی امور کے موید ہیں جو سیرت صحابہؓ کے پڑھنے والے پر مخفی نہیں۔ انہوں نے اسلام کے لئے گھر چھوڑے، مال واسباب چھوڑے، عیش و آرام چھوڑا، دنیا کے کام وکاج سے الگ ہو گئے۔ مصیبتیں سہیں، اذیتیں جھیلیں۔ مہاجرین میں سے اس گروہ کا جو اصحاب صفہ کہلاتے تھے نہایت درجہ کے فقر وفاقہ کے ساتھ زندگی بسر کرنا اور انصار کی زیر باری تاریخی واقعات ہیں۔ دنیا سے ان کے بے رخی کا یہ عالم تھا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس جب پانی میں شہد ڈال کر پیش کیا جاتا ہے تو رونے لگتے ہیں اور فرماتے ہیں مجھے دنیا نے پالیا جس کو رسول اللہ ﷺ نے دھتکار دیا تھا۔ ایک دفعہ جابر بن عبداللہؓ نے ایک درم کا گوشت خریدنا چاہا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا تم لوگوں کا یہ حال ہو گیا ہے کہ جس چیز پر جی للچایا گئے اور مول لے آئے۔ عبیدہ بن الجراحؓ اور معاذ بن جبلؓ کے پاس حضرت عمرؓ نے چار چار سو دینار بھیجے۔ انہوں نے اس وقت لٹا دیئے۔ سعید بن عامرؓ کے متعلق جب حضرت عمرؓ نے سنا کہ ان کے ہاں آگ نہیں سلگتی دس ہزار درہم بھیج دئے۔ انہوں نے اس وقت سب بانٹ دیئے اور بے فکر ہو گئے۔ حضرت علیؓ روزہ کھول کر کھانے پر بیٹھے ہیں ایک مسکین آیا کھانا اسے دیدیا خود بھوکے رہ گئے۔ دوسرے روز ایک یتیم آنکلا اس کو کھلا دیا۔ تیسرے دن ایک قیدی کو شکم سیر کر دیا۔ تین دن تک بھوکے ہی بھوکے رہے۔ حضرت ابوذرؓ کے مسلک کو دنیا جانتی ہے۔ مال کے جمع رکھنے کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ چاہے اس کی زکواۃ ہی کیوں نہ ادا کر دی گئی ہو۔ ایک دن حضور نبی کریم ﷺ نے مصعب بن

عمیرؓ کو دیکھا کہ وہ ایک مینڈھے کی کھال لپیٹے چلے آ رہے ہیں آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا اس شخص کو دیکھو اللہ تعالیٰ نے اس کا دل منور کر دیا ہے میں نے اس کو اس کے ماں باپ کے ہاں دیکھا تھا کہ اس کو شیریں غذا اور مشروب دیا کرتے تھے۔ پھر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت نے اس کو آواز دی اور اس کا یہ حال ہو گیا جو تم دیکھتے ہو۔

یہ تھی رسول کریم ﷺ کی سنت اور آپ کے اصحاب کی روش جس پر حضرت مہدی علیہ السلام نے اپنے ماننے والوں کو کھینچا' حضرت رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ آدمی کے اسلام کی خوبیوں میں سے بے فائدہ چیزوں کو چھوڑ دینا ہے انہوں نے بے فائدہ اور لایعنی چیزوں سے ہاتھ اٹھالیا تھا۔ یہ وہ جماعت تھی جس کی آمد کی خبر **فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ** کے ذریعہ دی گئی تھی۔ جس کے طور طریق ایسے عاشقانہ اور والہانہ تھے کہ صحابہ کرام کے قصائص ایمانی کی یاد کو انہوں نے تازہ کر دیا تھا۔ جنہوں نے اپنے خون کے رشتوں اور دین کے فانی رشتوں کو ایمان ومحبت کے رشتوں پر قربان کر دیا تھا۔ اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر راہ حق میں ایک دوسرے کے رفیق وغمگسار بن گئے۔ ان کے قلوب ان فرشتوں سے جا ملے جن کے بارے میں حق جل شانہ نے ارشاد فرمایا ہے **لا یعصون باللہ فی ما امرھم** جن کے ظاہر و باطن' اول وآخر اور صورت ومعنی میں خدا ہی خدا جلوہ گر تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کی اس بشارت کا ظہور انہی کی ذات سے ہو رہا ہے کہ فرمایا تھا ''**کادت ھذہٖ الامت ان تکون انبیاء کلھا** قریب ہے کہ یہ امت سب کی سب انبیاء (کے جیسی) ہو جائے (ابوداؤد) اہل دنیا بلا روح کی تصویریں تھے اور گروہ مہدی علیہ السلام کے یہ افراد ایک ہیئت روحانی وہ ظاہر تھے یہ باطن' وہ الفاظ تھے یہ معنیٰ' وہ جہر تھے یہ سرّ' ان کی خصوصیات میں وطن سے ہجرت کرنا' اخراج کی زحمت سہنا' ایذائیں اور تکلیفیں برداشت کرنا اور راہ حق میں اپنی جانوں کو لٹا دینا داخل تھا۔

تطہیر زندگی کی حسین آرزو لئے
سو بار اہلِ شوق لہو میں نہائے ہیں

خوں دے کے آبیاری نخل حیات کی
سر کاٹ لائے ہیں تو کبھی سر کٹائیے ہیں

جن کا کام ہی احکام شرع کا اجراء وقیام اور خلق اللہ کی ہدایت وخدمت تھا۔جن کے اوصاف نماز' روزہ' حج وزکواۃ' توکل وتسلیم' صبر واستقامت' تفویض ورضا' بذل وانفاق' جود وسخا' ایثار جان ومال' زہد وقناعت' ہمت وشجاعت' ذکر وفکر' خوف ورجا' شوق ووجد اور زہد واخلاص پرمبنی تھے۔علمائے دنیا پرست کا مخلوق کو بھڑکا کر ان کے خلاف کردینا اور ان کے ساتھ عداوت ودشمنی کے مظاہر اور ان پر بے انتہا بلاؤں اور مصائب کا نزول اور اس آزمائش پر ان کا پورا اترنا اور حضرت رسول کریم ﷺ کے اس فرمان پر یقین لے کر فرمایا تھا۔سب سے زیادہ بلائیں اور مصیبتیں انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوتی ہیں پھر ان پر جو مرتبے میں انبیاء کے بعد ہیں ان کو اس انعام الٰہی کا مستحق بنادیا تھا جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔ **اولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبین والصدیقن والشھداء والصالحین** یہی وہ گروہ تھا جس کے پاس نجات اخروی وفلاح حقیقی اپنی ہستی سے چھوٹ کر خدا کو حاصل کرنے کا دوسرا نام تھا۔

درد گہ شاہ محمد مہدیؑ آخر زماں
می نماید پنج چیزاں دائماً در مہدیاں
جان وتن را بذل کردن خانماں بگذا شتن
جوع وخواری پیشہ کردن صبر برپا دا شتن
ہر کہ مہدیؑ رابگشت وگفت اودر دل کند
بے حجابش رویت اللہ بالیقین حاصل کند

اس عمل سے مہدویت کی پانچ سو سالہ تاریخ گواہ ہے کہ اُمّت کے تہتر فرقوں میں فرقۂ ناجیہ سوائے گروہ مہدی علیہ السلام کے دوسرا نہیں۔**من شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر**

مسئلۂ نجات

مہدویہ خانوادوں میں جتنی لپیٹیاں ہیں یہ سب کی سب کلمہ لا الٰہ الا اللہ کی تفہیم اور اس کے اقسام دو جزاء کی توضیح پر مشتمل ہیں۔ کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ تمام ہدایات منزلہ اور کتب سماوی کی مراد ہے۔ اس کے دو جز نفی (لا الٰہ) اور اثبات (الا اللہ) پر خیال مرکوز رکھ کر اس کے دوام ورد میں لگے رہنا ایک ایسی ریاضت ہے جو ذاکر کو صحتِ خیال عطا کر کے گفتنی سے آگے بڑھا کر دیدنی و چشیدنی کی سیر کراتے ہوئے شدنی پر فائز کراتی ہے۔ حسبِ فرمان مہدی علیہ السلام شدنی کلمہ کی آخری منزل ہے جہاں پہنچ کر طالب اپنی ہستی اور اپنے اختیار سے بے اختیار ہو کر مذکور سے ہمکنار ہو جاتا ہے۔ جس کو دیدار حق یا بینائی کا نام دیا گیا ہے۔ اور اسی پر انسانیت کی فلاح کا انحصار ہے۔ حضرت مہدی علیہ السلام نے مومن اس کو کہا ہے جو بینائے حق ہو یا وہ طالب صادق ہو۔ طالبِ صادق کے چھ صفات غیر حق سے چھوٹ کر دل خدا کی طرف کر لینا' منشہ خدا میں مشغول رہنا اور دنیا اور خلق سے الگ ہو جانا اور اپنے سے باہر ہو جانے کی ہمت کرنا (یعنی خودی اور میں پنے سے گریز) یہی صفات کلمہ کے دو جز نفی و اثبات کی عملی توضیح ہیں۔ اور حصولِ عشق کی شرط اتم بھی (جس کے سوا حصول دیدار محال ہے) خیالِ غیر سے چھوٹ کر خیال حق میں لگا رہنا ہے کہ یہی صفات طالبِ صادق کا خلاصہ ہے جو شخص طلب صدق نہ رکھے' وہ نفس ایمان بھی نہیں رکھتا۔ جس کے متعلق حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا'' جو نفس ایمان بھی نہ رکھے وہ عذاب سے کیسے چھوٹ سکتا ہے مقام گفتنی کو حضرت مہدی علیہ السلام نے منافق کی صفت بتایا ہے' جو کلمہ کی حقیقی مراد کو پا نہ سکا۔ پس فلاح انسانی کا ضامن کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ کا دوام ذکر اور اسی میں محو و مستغرق رہنا ہے۔

مذاہب عالم میں مسئلہ نجات ہمیشہ زیر بحث رہا ہے۔ دنیا کے پانچ بڑے مذہب یہودیت' عیسائیت' بدھ ازم' ہندومت اور اسلام ہیں۔ ان مذاہب میں مسئلہ نجات انسانی ایک معرکتہ الآ راء

مسئلہ ہے آخرانسان کونجات جس کومُکتی اورنروان بھی کہتے ہیں کیسے حاصل ہو؟

یہودی توحید پرست ہیں ان کے پاس بھی جنت اور دوزخ کا تصور موجود ہے اور بعض احکام ہیں جن پرعمل نجات کا سبب ہے۔

عیسائیوں کے پاس چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام (جن کووہ معاذ اللہ خدا کا بیٹا کہتے ہیں) تمام انسانوں کی خاطر صلیب پر چڑھ گئے ہیں اس لئے نجات صرف اس عمل پر موقوف ہے کہ ''عیسیٰ کو مان لیا جائے''

بدھ ازم کہتا ہے کہ نجات کے حصول کے لئے کسی جاندار کو تکلیف نہ دینا کافی ہے۔ مہاویر(بانئ جین مذہب) بھی یہی کہتا ہے۔

ہندومت میں مسئلہ تناسخ نجات کا حل ہے یعنی مرنے کے بعد انسان پھر دوسرا جنم لیا ہے اوراپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد جب تک پورا پاک نہ ہوجائے جنم پرجنم لیتے رہتا ہے اس کو آواگون کہتے ہیں یہ عقیدہ ہندوؤں میں اس لئے پیدا ہوا کہ ان کے پاس کائنات روح اور مادّہ کا مجموعہ ہے آخرت کوئی چیز نہیں۔

اسلام میں عمل صالح فلاح دارین کا ضامن ہے۔

انسان سے ہرقسم کے نیک عمل اس کے خیالات نیک کے تحت ظہور پذیر ہوتے ہیں انسان کا خیال ایک بے پناہ قوت کا حامل ہے۔اورانسان فکرواندیشہ کا پتلا ہے اور ہمیشہ کسی نہ کسی سوچ یا خیال میں جکڑا ہوا رہتا ہے۔

انسان کی نقل وحرکت اس کے خیالات کے موافق ہوتی ہے اوراس کے ذاتی افعال ہی اس کی بہبودی یا تباہی کا موجب ہوتے ہیں۔نفس جس کو من بھی کہتے ہیں سرچشمۂ خیالات ہے اورخیالات کی وجہ مادی جسم میں افعال کی تحریک ہوکراعمال صادر ہوتے ہیں۔خیالی قوت اتنی قوی ہوتی ہے کہ وہ نسل میں بھی منتقل ہوتی ہے۔حکماء کا قول ہے کہ ''علم خیال کے بموجب ایک روح یا آتما اپنے خیال کے ٹھیک موافق والدہ کے شکم میں جنم لیتی ہے۔مثلاً جب کوئی خیال انسان پر غالب ہوجاتا ہے تو وہ اس کے موافق عمل کا پابند ہوجاتا ہے۔مثلاً جولوگ برائیوں کے مرتکب

ہوتے رہتے ہیں ان کے یہ عمل ان کی بدخیالیوں کا عملی ظہور ہے۔ جس کے خیال میں اپنی زندگی خدا کی عبادت میں بسر کرنا ہوتی ہے وہ پرہیزگاری اور تقویٰ شعاری پر عامل ہوتا ہے۔ جو خیال شعور سے گزر کر لاشعور میں گھر کر لیتا ہے اس کا عملی صورت اختیار کر لینا ضروری ہے خواب انسان کو نظر آتے ہیں وہ اس کے خیالات کا عکس ہوتے ہیں جس سے انسان کو مفر نہیں جب کسی پر کوئی خوف غالب ہوتا ہے تو وہ چیز اس کو خواب میں خطرناک صورت میں دکھائی دیتی ہے اگر وہ کسی کا عاشق ہے تو اسی کے خیال میں محو رہتا ہے اور وہ معشوق اس کو خواب میں گاہ بہ گاہ جلوہ دکھاتا رہتا ہے۔ بلکہ بعض مرتبہ عالمِ بیداری میں بھی انسان کو اپنا خیال مثالی صورت میں نظر آتا ہے۔ اور بعض مرتبہ نیم خواب اور نیم بیداری کی حالت میں جس کو معاملہ کہتے ہیں اس لئے خیال پر روک یا کنٹرول ضروری ہے۔

دوزخ و جنت بھی انسانی خیال اور ان خیالات پر عمل کے نتیجہ کا نام ہے اس لئے حقیقی ریاضت خیالات پر کنٹرول اور صحت خیال اور فکر و اندیشہ کو بالکلیہ ملیامیٹ کر دینا ہے۔ حضرت سید نجی میاں صاحبؒ (اہل اکیلی) فرماتے ہیں۔

اصل درویشی ہے تصحیح خیال
تو خیال غیر کو دل سے نکال

کیونکہ دوزخ و جنت عمل کے نتائج ہیں اور عمل خود انسانی خیال کا تابع ہے جو اس کے تحت الشعور میں بسا ہوا ہے۔ حدیث کی رُو سے نیند موت کی بہن ہے **النوم اخ الموت** موت ایک ایسی نیند ہے جس کا عرصہ بہت دراز ہے جس طرح نیند میں آنکھ بند ہوتے ہی خواب دکھنے لگتا ہے اسی طرح موت کے طاری ہونے پر جب انسان حواس گم کر دیتا ہے اور اس کا وہ عمل جو وہ کرتا ہے **تعیشون تموتون تموتون تحشرون** کے تحت اس کے سامنے آجاتا ہے۔ **فمن یعمل مثقال ذرۃ خیر یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرہ یرہ** میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ انسان اپنے عمل کو دیکھے گا۔

کیونکہ انسان گو بظاہر مرجاتا ہے مگر اس کا نفس مرتا نہیں۔ چنانچہ اپنے صالح بندوں کے

متعلق خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔ **یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ** (اے نفس مطمئنہ پلٹ جا اپنے پروردگار کی طرف)

بہرحال اچھی بُری صورت میں انسان اپنے عمل ہی کو دیکھتا ہے جو اس کے خیالات کا تابع رہا ہے اگر وہ اس نیند سے ہم آغوش ہوجائے جس کو موت کہتے ہیں تو یہ خواب اس کا اس کی بیداری تک باقی رہے گا۔ اور اسی کے موافق اس کا حشر ہوگا خیال کو صحیح کرنے کا طریقہ دم وقدوم کی نگہبانی ہے اس لئے حضرت مہدی علیہ السلام فرماتے ہیں ''**دم وقدم رانگھدار**'' اس کا طریقہ یہ ہے کہ انسان شریعت کی پابندی کے ساتھ اپنے پروردگار کی طرف ہی متوجہ رہے کیونکہ مومن مطیع حق اور اس کے ساتھ موافقت کرنے والا ہوتا ہے تمام لذتوں کلام' طعام لباس اور تمام تصرفات کے وقت اس کو توقف ہوتا ہے لیکن منافق ان میں کسی چیز کی پروانہیں کرتا۔ جس کا نفس مطمئن اور بردبار ہوجائے وہ گیہوں کے میدہ اور جو کی روٹی میں فرق نہ کرے گا۔ اور فاقہ بہ نسبت کھانے کے اس کو محبوب ہوگا وہ دنیا سے بے رغبت اور آخرت کی طرف راغب رہے گا۔ اور اللہ کا طالب بن کر اسی کی طرف دوڑے گا۔ یہاں تک کہ وہ اس کو حاصل کرے گا اب اس کے تمام کام خدا کے حکم اور اشارے سے طئے پائیں گے اس کا کھانا' پینا' سونا' بیٹھنا عبادت واطاعت سب کچھ امر الٰہی کے تابع ہوجائے گا پس مومن وہ ہے جو دوسرے کسی خیال کو دل میں آنے نہ دے اور کوئی سانس بغیر یادِ حق کے نہ لے دم کی نگہبانی ہر سانس کے ساتھ تکرار نامِ حق (اللہ یا الا اللہ) کے ذریعہ ہوتی ہے۔ حضرت رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں۔ **ومن یخرج نفسہ بغیر ذکر اللہ فھو میت** جس کی سانس بغیر اللہ کی یاد کے نکلے وہ مردہ ہے۔ پس انفاس ہی سے انسان کا دم تمام حق کے ساتھ آتا اور جاتا ہے۔ یہ بڑی کامیابی ہے اس لئے ان آیت کے تحت کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ** ٥ (سورۃ الاعراف آیت ۲۰۵) اپنے پروردگار کو اپنے جی میں تضرع اور خوف کے ساتھ بغیر جہر اور قول کے صبح وشام یاد کیا کر اور غافلوں سے مت ہوجاؤ۔ مہدویہ صرف ذکر خفی کے پابند ہیں کیوں کہ حدیث شریف خیر الذکر ذکر خفی (

بہترین ذکر (کا طریقہ) ذکر خفی ہے۔) اور حضرت مہدی علیہ السلام کے فرمان ذکر خفی ایمان ہے کے تحت وہ اسی پر عامل ہیں ایمان کی تعریف حضرت مہدیؑ نے یہ کی ہے۔ ''ایمان خدا کی ذات ہے'' پس بغیر حصول دیدار حصول ایمان ممکن نہیں۔ آیت قرآن **من کان فی ھٰذہ اعمٰی فھو فی الآخرۃ اعمٰی واضل سبیلاً** جو شخص اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہے اور راستہ بھٹکا ہوا ہے۔ یہ تو یقینی ہے کہ جنت میں خدا کا دیدار ضرور ہوگا پس وہ لوگ جو دیدار سے محروم ہیں جنت میں کیسے داخل ہوں گے اگر داخل کئے جائیں تو دیدار سے اپنے اندھے پن کی وجہ مستفید نہ ہوسکیں گے۔ پس جو دیدار خدا حاصل نہ کرے وہ جہنمی ہے پس مومن وہی ہے جو حصولِ دیدار کی کوشش میں رہے ایسے شخص کے لئے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ من احب **لقآء اللہ احب اللہ لقاء** جو اللہ کی لقا (دیدار) کو چاہتا ہے (طالب دیدار ہوتا ہے) اللہ اس سے ملنا پسند کرتا ہے۔ طلبِ دیدار کے شرائط ہیں یعنی طالبِ صادق کے صفات کا خلاصہ ہمیشہ خدا میں مشغول رہنا اور اسی کے خیال میں محو و مستغرق رہنا ہے تاکہ کوئی سانس بغیر یادِ الٰہی کے نہ نکلے تمام خطرے اور خیالات اس عمل سے دفع ہوجاتے ہیں قدم کی حفاظت سے مراد تنہائی ہے جو صحتِ خیال کے لئے بطور شرط کے ہے۔

خیال اور عمل پر ماحول کے اثرات کا مرتب ہونا ضروری ہے رسم عادت و بدعت تمام ماحول کی پیداوار ہیں ایسے مقامات جہاں عیش و تنعم کی فراوانی ہے وہاں کی رہائش پر خیالات اثر انداز ہوکر انسان کو اسی رنگ میں رنگ دیتی ہے۔ جیسے کہ اس مقام کا ماحول ہے اور صالحین و صادقین کی صحبت اس پر اپنا رنگ چڑھاتی ہے بلکہ بستیوں کے اُجڑ جانے کے بعد بھی وہاں کے گزرے ہوئے لوگوں کے خیالات کا عکس وہاں باقی رہتا ہے جو وہاں سے گزرنے والوں کے دلوں پر اثر انداز ہوتا ہے جو شخص ایسی بستیوں اور شاہی محلات میں قدم رکھے اس کے خیالات ناز و نعم کی زندگی کا حصول کی آرزو یا تمنا میں ڈوب جاتے ہیں۔ جہاں بزرگانِ دینؒ کے دائرے رہے ہیں یا اولیاء اللہ کی خانقاہیں تھیں وہاں جاتے ہی ذہنی انقلاب واقع ہوکر دل میں نیک خیالات موجزن ہونے لگتے ہیں اور توجہ خدا کی طرف ہوجاتی ہے۔

الغرض حقیقی ریاضت خیالات پر قابو پانا اور فکر واندیشہ سے بری ہو کر خود اپنے آپ کو گم کر دینا ہے یہ بات صحت خیال پر موقوف ہے۔ جس کا حصول صرف اس بات پر منحصر ہے کہ طالب پوری طرح حق کی طرف متوجہ رہے خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔ **والذین جاھدوا فینا النھدینھم سبلنا** (جو ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں ان کے لئے ہم اپنی ہدایت کے راستے کھول دیتے ہیں) جس سے مقصود قلب سالک پر تجلی ذاتی ہے تاکہ مسئلہ وحدۃ الوجود کی حقیقت منکشف ہو جائے اور گفتن ودانستن کے بعد مقام شدن حاصل ہو جائے۔

حضرت مہدی علیہ السلام فرماتے ہیں "**کوشش ذکر کیند تا باطن بکشاید تا حالتے پدید آید**" پس ذکر کیا ہے ذکر یہ ہے کہ نہ ذاکر رہے نہ ذکر صرف مذکور رہ جائے۔ اور استغراق ذکر میں ذاکر میں خود فراموشی کی کیفیت پیدا ہو جائے درحقیقت ذکر اپنی حقیقت حقہ کو پانے کا نام ہے اور بشر سے تنزیہہ میں قدم رکھنا اور مقام کنت کنزاً تک پرواز اور مراجعت ہے" کامل سپردگی اور بے اختیاری طالب کو یہاں تک پہنچاتی ہے اپنی ذات خدا کو سونپ دے اور کسی کو خدا کا شریک نہ بنائے۔ اور اسی پر ثابت قدم رہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو اس کے تمام احوال میں سلامتی بخشتا ہے اور اس کو اپنا دوست بنالیتا ہے۔ اور اس کو ابدال کا مقام دیتا ہے پھر غوث کا پھر قطب کا یہاں تک خدائے تعالیٰ اس کو اپنی مخلوق پر حاکم بنا دیتا ہے۔ اہل اللہ فضل الٰہی کے طعام سے کھانے اور اس کی شراب نص سے پانی پیتے ہیں وہ باب قرب کے مشاہدہ میں غرق رہتے ہیں۔ دنیاوی لذتیں ان کا دامن چھو نہیں سکتیں ان کے دل معرفت کا آفتاب درخشاں رہتا ہے اپنی ہستی اور غیر اللہ کو دیکھنے سے ان کی آنکھیں بند رہتی ہیں۔ پس اپنے نفس و ہستی کو فنا کر دینا اور بے اختیار رہنا بہت بڑی چیز ہے "نفس باقی فساد باقی" ام المومنین حضرت بی بی عائشہؓ فرماتی ہیں "کاش میں بھولی بسری ہو جاتی"

ماحصل یہ کہ نفس و وجود کو میٹ دینے اور خود فراموشی و بے خیالی ہی میں نجات کا راز پوشیدہ ہے۔

نہ ہوں گے ہم تو جلائے گی آگ پھر کس کو؟

☆☆☆☆☆

چند اصولی باتیں

یہ ایک تحقیق طلب امر ہے کہ مہدویوں میں عقیدہ وعمل کی کمزوری کب سے پیدا ہوئی؟ موجودہ طریقہ تعلیم، تمدنی وسعت اور اغیار کی صحبت نے آخر وہ دن لایا کہ مہدویوں سے دائرہ کی زندگی جس سے گلشن ایمان میں بہار تھی، رخصت ہوگئی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا آج ہمارے ہی لوگ لزوم صحبت باقی نہ رہنے کی وجہ سے مذہب سے بے بہرہ ہوکر ہم ہی سے پوچھتے ہیں کہ باہر والوں کے پیچھے نماز کیوں نہ پڑھ لی جائے؟ اور ایک مہدوی اپنے آپ کو مہدوی کہتے ہوئے کیوں شرماتا ہے؟ اور ترک دنیا کیوں لازمی ہے؟ وغیرہ۔

کسی مہدوی کا مخالف مہدی کے پیچھے نماز پڑھنے سے باز رہنے کا سب سے بڑا سبب صرف یہی ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام نے اپنے تابعین کو اپنے منکر کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع کردیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں" **بدنبال منکران مهدی نماز مگزارید اگر گذاره باشد باز بگر دانید**" (منکران مہدی کے پیچھے نماز مت پڑھو اگر پڑھ لی ہے تو لوٹالو) حضرت مہدی علیہ السلام کو امام معصوم، اللہ کا خلیفہ، اور داعی الی اللہ تسلیم کر لینے کے بعد کسی بھی مہدوی کے لئے جائز نہیں کہ وہ آپ کے فرمان کی تعمیل میں چوں وچرا کرے۔ ایک مہدوی کی نماز اس شخص کے پیچھے کیسے ہوسکتی ہے جو مہدی علیہ السلام کا منکر اور رسم وعادت وبدعت میں مبتلا ہے۔ حضرت رسول کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ بدعتی کے پیچھے نماز مت پڑھو۔ سب سے بڑی بدعت جو مخالفین میں تھی اور اب بھی ہے وہ یہی ہے کہ ان کا امام نماز پڑھانے کی اجرت یعنی تنخواہ حاصل کرتا ہے جو کسی صورت میں بھی جائز نہیں۔ کتاب المنتہیٰ میں صاف لکھا ہے کہ جو اجرت لے کر نماز پڑھائے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ نماز تو صرف اللہ کے لئے پڑھنی اور پڑھانی چاہئے۔ جیسا کہ اصحاب رسولؐ کا عمل تھا سوائے مہدویوں کے تمام اسلامی فرقوں کا یہی عمل ہے۔ شاید ہی کہیں کبھی کوئی شخص ان بغیر اجرت یا تنخواہ کے کوئی نماز پڑھادے لیکن بمصداق

''النادر کالمعدوم''اس سے باہر والے کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کا ضابطہ متاثر نہیں ہوجاتا۔ دوسری بہت سی بدعات کے مخالفین شیعہ ہوں کہ سنی مرتکب ہیں اور خود مخالفین کو اس کا اعتراف بھی ہے۔صفوۃ الرحمٰن ''مروجہ بدعات'' میں لکھتے ہیں۔اہل سنت والجماعت پر فصیح معنوں میں اپنی سنت و جماعت ہونے کا اطلاق نہیں ہوتا۔یہی وجہ ہے کہ اہل اسلام کے بدعت میں مبتلا ہو جانے اور ذہنی طور پر دین سے پلٹ جانے اور مہدی علیہ السلام کی تصدیق سے بے بہرہ رہنے کے باعث ایک مہدوی کو ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے عار ہے۔دین سے پلٹ جانے سے مراد یہ ہے کہ ہر عمل اللہ کے لئے ہونا چاہئے۔اس کو خلوص کہتے ہیں ۔قرآن میں ہے **ان صلواتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العالمین** میری نماز میری قربانی اور میرا جینا اور مرنا سب اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔خلوص عمل ایسے شخص سے کیسے ممکن ہوگا جو دنیا کو چاہتا ہو اور اللہ کی عبادت اجرت لے کر بجا لائے' کیا اس سے اس کے اسلام پر اثر نہیں پڑے گا۔اسلامی عبادات میں نماز ایک خاص مرتبہ رکھتی ہے اور نمازوں میں فرض نماز کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ اس لئے تمام اسلامی فرقوں میں بھی ایک فرقے کے لوگ دوسرے فرقے کے لوگوں میں تضاد عمل واعتقاد دیکھ کر نماز ان کے پیچھے پڑھنا درست خیال نہیں کرتے۔اہل سنت و جماعت میں کسی سنی کی نماز شیعہ امام کے پیچھے نہیں ہوتی۔اور شیعہ اہل سنت کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔وحیدالزماں (اہل حدیث) لکھتے ہیں بدعتی کے پیچھے نماز نہیں ہوتی جو لوگ اہل حدیث نہیں ہیں وہ سب بدعتی ہیں اہل حدیث تمام مقلدین کو مبتدع مسلمان کہتے ہیں۔مقلدین سے مراد حنفی' شافعی حنبلی اور مالکی مذہب کے پیرو ہیں۔اہل سنت کے عقیدہ کے لحاظ سے جہمی وقدری کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ یہ دونوں بھی اسلامی فرقے ہیں۔فتاوائے جامعہ نظامیہ حیدرآباد کے جلد اول صفحہ ۳۷ پر غیر مقلد کی اتباع کو ناجائز اور نماز میں ان کی اقتداء کو نامناسب لکھا گیا ہے۔غیر مقلد سے مراد اہل حدیث ہیں۔اسی کتاب کے صفحہ ۱۶ پر امام ومقتدی میں کدورت مذہبی ہونے پر اس امام کے پیچھے مقتدیوں کی نماز کو مکروہ تحریمی بتلا کر اس کے اعادہ کو ضروری بتلایا ہے۔احمد رضا خاں کے پیرو محمد قاسم

نانوتوی کے پیروؤں کے پیچھے نماز کو ناجائز کہتے ہیں۔

اندریں حالات ایک مہدوی کا بھی اپنے امام کے حکم کی تعمیل اور اپنی نماز کی حفاظت کی خاطر مخالف مہدی کے پیچھے نماز پڑھنے سے باز رہنا قابل اعتراض بات نہیں بلکہ فعل مستحسن ہے۔

اس امر کو بھی جاننا چاہئے کہ حضرت مہدی علیہ السلام کی تصدیق فرض اور انکار کفر ہے کیونکہ آپ اللہ کے خلیفہ اور مبعوث من اللہ ہیں۔پس ایسے شخص کے پیچھے جس کو اللہ کا خلیفہ کا انکار ہے نماز کیسے درست ہوگی؟ نماز تو اس کے پیچھے پڑھنی چاہئے جو کفر کی گندگی سے پاک ہو کیونکہ گناہ اور کفر' باطنی ناپاکی کا حکم رکھتے ہیں۔المنتہیٰ میں ہے کافر کے پیچھے نماز نہیں ہوتی بلکہ اس کتاب میں فاسق کی اقتداء کو بھی غیر صحیح قرار دیا گیا ہے۔اور اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز کے اعادہ کا حکم ہے۔حنفی مذہب کی رو سے امام کافر ہے تو نماز کو دہرانا ضروری ہے۔امام شافعی بھی پوشیدہ کافر (زندیق) کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز لوٹانے کا حکم دیتے ہیں۔امام احمد حنبلؒ فاسق کی اقتداء کو ناجائز خیال کرتے ہیں۔امام جعفر صادقؓ نے منکر تقدیر کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز کو لوٹا کر پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

نماز میں مقتدی کا مذہب دیکھا جاتا ہے اور اقتداء کے لئے اس کی رائے معتبر خیال کی جاتی ہے۔اگر مقتدی کو معلوم ہو کہ امام میں کوئی بات صحت نماز کے مانع ہے تو اس کو اس امام کی اقتداء نہیں کرنی چاہئے۔اسلامی فرقوں بلکہ خود اہل سنت میں حنفی' شافعی مسالک میں مسائل میں سخت اختلاف ہے۔بعض باتیں ایک امام کے پاس ضروری ہیں کہ ان کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور بعض کے پاس وہی باتیں ضروری نہیں بغیر اس کے نماز ہو جاتی ہے۔اگر کسی امام سے کوئی ایسی بات چھوٹ جائے جو مقتدی کے مذہب کی رو سے ضروری تھی تو وہ اس امام کے پیچھے نماز نہ پڑھے گا۔کتب فقہ میں ایسی بہت سی مثالیں ہیں۔اگر باوجود اس کے ایک فرقہ کا مسلمان دوسرے فرقہ کے امام کے پیچھے نماز پڑھ لے تو وہ اپنے مذہب کی آپ مخالفت کر رہا ہے۔حکم ممانعت اور مسئلہ اپنی جگہ باقی رہے گا اگر کوئی مہدوی بھی کسی مخالف امام کے پیچھے نماز پڑھ لے اور پھر اس کو نہ

لوٹالےتو اس نے حکم امام اوراپنے مذہب کی خلاف ورزی کی وہ اس کا ذمہ دار ہے۔مگرنمازتو کسی صورت میں اس کی جائزتصور نہ کی جائے گی۔

کسی مہدوی کا اپنے آپ کو مہدوی کہتے ہوئے شرمانا اگراس وجہ سے ہے کہ وہ اپنے آپ کوان احکام وتعلیمات کی پابندی سے قاصر جان کر بطور افسوس یہ سمجھ رہا ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام تو فرماتے ہیں کہ ''تصدیق بندہ بینائی خدا'' مصدق تو وہ ہے جو اللہ کو دیکھے اور میں اس سے محروم ہوں۔میں کیسے اپنے آپ کو مہدوی کہوں تو یہ شرم اور یہ افسوس اس کے لئے باعث اجر ہی ہے۔

ہائے کس منہ سے کروں دعویٰ تصدیق عرؔبی
شرم آتی ہے مجھے مہدوی کہنے خود کو

لیکن اگرمخالفین کی کثرت اوران کے رعب کی وجہ کوئی مہدوی اپنے آپ کو مہدوی کہنے میں شرم محسوس کرتا ہےتو یہ بزدلی اورکم ہمتی کی علامت ہے یا یہ سمجھا جائے گا کہ اس کواپنے مذہب کے حق پرہونے کا یقین کامل نہیں۔حق تو کبھی دبتا نہیں بلکہ وہ ہمیشہ غالب رہتا ہے۔اس لئے کبھی بھی مہدویوں نے بڑے بڑے ظالم اور جابر بادشاہوں کے درباروں اور عالموں اور فاضلوں کی مجلس میں بھی اپنے مذہب کو نہیں چھپایا۔عالمگیر بادشاہ کا جلال و جبروت مشہور ہے ایک دن وہ اپنے دربار آیا اس کا ایک مصاحب مہدی نام کا تھا۔اس نے پوچھا کیا مہدی آیا؟ اس کی یہ دریافت اپنے مصاحب کے متعلق تھی مگر شرزہ خان نے جوایک سپہ سالار تھےاور مہدوی تھے اپنے لڑکے کی طرف مخاطب ہوکر نہایت کڑک کرزور کی آواز سے کہا کہو کہ مہدی آمد و گذشت یعنی کہہ دے کہ مہدی آیا اور گیا۔تمام درباریران کی اس کڑک پر سناٹا چھا گیا اور سب ایک دوسرے کی صورت دیکھنے لگے عالمگیر نے کہا شرزہ خاں میں تمہارے مہدی کے متعلق نہیں پوچھ رہا ہوں میرا سوال یہ ہے درباری مہدی کے متعلق ہے۔اس طرح عالمگیر کا قاعدہ تھا کہ جب اس کی فوج میں کوئی مرجاتا وہ یہ سمجھ کر کہ میں ہی سب کا ولی ہوں خود نماز جنازہ پڑھاتا ایک بار جبکہ وہ گلبرگہ میں

مقیم تھا کسی مہدوی پٹھان کا جو اس کے دربار میں تھے انتقال ہو گیا جنازہ تیار ہونے پر عالمگیر چاہتا تھا کہ نماز پڑھانے آگے بڑھے مرحوم پٹھان کے اٹھارہ سالہ بچے نے اس کو روک دیا اور کہا آپ منکر مہدی ہیں آپ نماز نہیں پڑھا سکتے نماز مرحوم کے مرشد پڑھائیں گے۔ عالمگیر لرزہ براندام ہو کر پیچھے ہٹ گیا یہ اس بچے کی ہمت کا کرشمہ تھا عالمگیر نے اس موقع پر کہا تھا کہ میں مہدویوں کے اظہارِ مذہب اور شیعوں کے اخفائے مذہب سے تنگ آ گیا ہوں۔ مذہب میں تقیہ شیعوں کے پاس جائز ہے۔ مہدویوں کے پاس نہیں اسی طرح علمی مباحثوں کی مجالس میں کبھی مہدویوں نے بحث کرنے میں جھجک محسوس نہیں کی اور فرمان مہدی میرا اُمّی باہر کے عالم پر غالب آ جائے گا کے لحاظ سے ہمیشہ اس میدان میں غالب ہی رہے۔ میاں مصطفیٰ گجراتی کے مجالس اور مباحثہ عالمگیری کو ملاحظہ کر لیا جائے تو واضح ہوگا اگر کوئی مہدوی اس خیال سے کہ کہیں کوئی سوال ہو تو میں جواب نہ دے سکوں گا اپنے مذہب کے اظہار میں شرم محسوس کرے یا اخفاء سے کام لے تو اس کو سمجھنا چاہیئے کہ مذہبی گفت وشنید اور مسائل کی تشفی علماء کا کام ہے ایسے مہدوی کو اظہار مذہب سے گریز مناسب نہیں بلکہ وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ ان باتوں کو ہمارے عالم جانتے ہیں ان سے آپ سوال کر کے تشفی کر لیں۔ ایک بار ایک نوجوان مہدوی نے مخالفین کی مسجد میں اپنی نماز علیحدہ پڑھ لی۔ ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا۔ نوجوان نے جواب دیا میں مہدوی ہوں اور اس بات کو جانتا ہوں کہ مہدی علیہ السلام آئے اور گئے۔ مخالف نے سوال کیا آپ کے مہدی کا ثبوت کیا ہے؟ نوجوان تھوڑی دیر خاموش رہا پھر اس مخالف سے کہنے لگا کیا آپ مسلمان نہیں ہیں؟ ''ہاں ضرور'' تو فرمایئے محمدؐ کی نبوت کا کیا ثبوت ہے اس پر اس مخالف نے جو زیادہ پڑھا لکھا نہیں تھا کہا میں نہیں جانتا۔ یہ بات عالموں کو معلوم ہے۔ مہدوی نوجوان کہنے لگا ایسے ہی حضرت مہدی علیہ السلام کا ثبوت بھی آپ ہمارے علماء سے پوچھیں میں تو اُمّی ہوں مگر جانتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ مہدی علیہ السلام برحق ہیں۔

نماز ہو کہ دوسری عبادت اس میں شرط خلوص نیت ہے حدیث شریف میں ہے انما

الاعمال بالنیّات اعمال نیّتوں پر موقوف ہے۔عبادت میں خلوص کا پیدا ہونا اور دل کا حاضر رہنا غیر اللہ سے تعلقات کی کمی پر منحصر ہے۔ جب تک دنیا و خلق سے کنارہ کشی نہ ہو یہ بات حاصل نہیں ہوسکتی اس لئے گروہ مقدسہ میں ترک دنیا فرض ہے۔ دراصل دین تین باتوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ جیسا کہ حدیث جبرئیلؑ سے واضح ہے ایمان' اسلام' احسان۔ ایمان کہتے ہیں۔ اللہ' ملائکہ' آسمانی کتابوں' پیغمبروں' یوم آخرت' تقدیر اور مرنے کے بعد قیامت میں پھر جی اٹھنے کے ماننے کو اسلام نماز' روزہ' حج' زکواۃ' حلال وحرام میں تمیز کو کہا گیا ہے۔مگر احسان کا تعلق دیدار خداوندی سے ہے جیسا کہ حضرت رسول خدا ﷺ نے فرمایا **ان تعبدو الله کانک تراه فان لم تکن تراه فانه یراک** یعنی اللہ کی عبادت ایسی کرو وہ تم کو دیکھ رہا ہے اگر اس کو دیکھ نہیں سکتے تو یہ سمجھ کر عبادت کرو وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔ حصول دیدار کے جو شرائط ہیں ان کو احکام ولایت کہتے ہیں۔ کیونکہ ولایت نام ہے قرب خداوندی کا۔ حضرت مہدی علیہ السلام کی بعثت احکام ولایت کے اظہار کے لئے ہے۔ جیسا کہ آپ خود فرماتے ہیں۔ خدا نے مجھے جو بھیجا ہے اس کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ احکام و بیان جن کا تعلق ولایت محمدیؐ سے ہے بندہ کے واسطے سے ظاہر ہوں۔ یہ امر غور طلب ہے کہ فرض کی تکمیل کے بعد مہدی علیہ السلام کی کیا ضرورت تھی جیسے کہ بعض ناواقفانِ مذہب اسی نظریہ کے تحت مہدیؑ کی بعثت کو غیر ضروری خیال کرتے ہیں۔ مگر حضرت رسول اللہ ﷺ کا مختلف اوقات میں مختلف طور پر مہدیؑ کی آمد کے متعلق امت کو توجہ دلانا ظاہر کرتا ہے کہ مہدیؑ کی آمد عبث نہیں۔ اگر چہ کہ عامۃ المسلمین مہدی کی آمد کی غرض یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ایک بڑی سلطنت قائم کر کے اسلام کی پچھلی دنیاوی شان وشوکت کو بحال کردے گا۔ اور مسلمان اسی طمطراق کے ساتھ اپنی زندگی گذاریں گے جو پچھلے دور میں تھی۔ یہ قول ایک خوش خیالی سے بڑھ کر اہمیت نہیں رکھتا۔ نہ احادیث میں ایسی کوئی صراحت ہے کہ مہدیؑ کی آمد کا مقصد قیام حکومت وسلطنت ہے۔ عوام کے اس غلط خیالی نے بعض جھوٹے مدعیوں کو دعویٔ مہدیت پر ابھارا۔ جیسے محمد بن تورت' عبید اللہ مہدی' مہدی سوڈانی وغیرہ۔ مگر آمد مہدی کی صحیح غرض وغایت وہی معلوم ہوتی ہے

جو حضرت مہدی علیہ السلام نے بیان فرمائی ہے۔یعنی احکام ولایت کا اظہار ان ہی میں سے ایک حکم ترک دنیا کا بھی ہے جس کی فرضیت قرآن سے ثابت ہے جیسے **فاما من طغیٰ و آثر الحیواۃ الدنیا فان الجحیم ھی الماویٰ** جس نے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو اختیار کیا تو دوزخ اس کا ٹھکانہ ہے۔ حضرت رسول کریم ﷺ نے بھی ترک دنیا کی ترغیب دلائی ہے۔ اور فرمایا **ترک الدنیا راس کل عبادۃ** (ترک دنیا کرنا تمام عبادتوں کا سر ہے) **اترکو الدنیا** (دنیا ترک کردو) اور **احذرو الدنیا** (دنیا سے پرہیز کرو) فرما کر دنیا سے علیحدگی کا حکم دیا ہے کبھی فرمایا **الدنیا سجن المومنین** (دنیا مومنوں کے لئے قید خانہ ہے) اور کبھی ارشاد کیا **الدنیا جیفۃ وطالبھا کلاب** (دنیا مردار ہے اور اس کے طالب کتے ہیں) نیز آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔ مجھے تم پر فقر کا خوف نہیں مگر ہاں اس بات کا خوف ضرور ہے کہ دنیا تم پر پھیلا دی جائے جیسے کہ تم سے پہلے آنے والوں پر پھیلا دی گئی تھی۔ پھر وہ تم کو اس طرح ہلاک کر دے جیسے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا تھا۔ دیکھئے آنحضرت ﷺ کو امت کے فاقہ میں مبتلا ہونے کا خوف نہیں بلکہ یہ خوف ہے کہ امت کہیں دنیا میں نہ پڑ جائے اس فرمان نبوی ﷺ کی رو سے کیا یہ ثابت نہیں ہوتا کہ دنیا میں دل لگانا اور اس میں مشغول ہوجانا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ دنیا میں مشغولیت بہت سی اہم باتوں سے روک دیتی اور سکون قلبی کو اڑا دیتی ہے۔موجودہ دور میں باوجود اس مادی ترقی کے کوئی چیز عنقا ہے تو وہ سکون ہے۔ آج ہر شخص ابدی مسرت اور سکون کا متلاشی ہے جن کا حصول خواہشات کی روک پر ہی منحصر ہے۔ اور یہ بات بغیر ترک دنیا کے حاصل نہیں ہوتی کیونکہ دنیا کا نام رسول اللہ ﷺ نے نفس رکھا ہے اور فرمایا **الدنیا نفسک** (دنیا تیرا نفس ہے) پس ترک دنیا خواہشات نفسانی سے باز رہنے اور سیدھی سادھی زندگی اختیار کرنے کا نام ہے تاکہ انسان اپنے اعلیٰ مقصد کے حصول کی جانب پوری طرح متوجہ رہ سکے۔ دنیا کو ترک کرنا کسی شخص کے سائنسداں یا ڈاکٹر وغیرہ بننے کا مانع نہیں بشرطیکہ ان علوم کو اللہ واسطے نفع رسانی خلق کی خاطر ہی اختیار کیا جائے اور اپنی شہرت و ناموری اور خوب پیسہ کمانا اس میں پیش نظر نہ رہے اور

جو شخص اپنے علوم وفنون حاصل کرنا چاہتا ہے اس کو دنیا سے بے توجہی ہی اپنے کام میں زیادہ سے زیادہ انہماک کا موقع فراہم کرتی ہے۔ جس وقت روس میں سرخ انقلاب آیا اور زار روس کی حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا روس کے ایک سائنسداں کو جو اپنے مکان میں سائینس کے کسی مسئلے کی تحقیق و جستجو میں لگا ہوا تھا اس انقلاب کی خبر ہی نہیں ہوئی۔ چندروز کے بعد جب اس کا ایک دوست اس کے گھر آیا تب کہیں اس کو اس زبردست انقلاب کے حالات معلوم ہوئے۔ اگر دنیا کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو ظاہر ہوگا مشاہیر عالم اکثر و بیشتر دنیا سے روگرداں ہی رہے ہیں۔ سقراط' بقراط' افلاطون' ارسطو' دیو جانس کلبی' حکیم بوعلی سینا' ابن رشد وغیرہ کی زندگیاں ہمارے سامنے ہیں یہ دنیا سے بے توجہی ہی نے ان کے لئے اپنے مقصد میں کامیابی کے دروازے کھول دیئے تھے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ پوری توجہ کے ساتھ اپنے کام کو انجام نہیں دے سکتے تھے۔ بلکہ بعض بڑے بڑے بادشاہوں نے بھی انتظام وانصرام مملکت میں خلل نہ واقع ہونے کے خیال سے عیش وعشرت کو چھوڑ کر سادہ طریق زندگی کو اپنا لیا تھا۔ جیسے حضرت عمر ابن عبدالعزیز' سلطان صلاح الدین ایوبی اور سلطان ناصر الدین بادشاہ دہلی وغیرہ۔ قرآن مجید میں کھیل تماشا ظاہری طمطراق ایک دوسرے پر فخر کرنا اور ایک دوسرے سے زیادہ مال واولاد کی خواہش کو دنیا کی زندگی قرار دیا گیا ہے۔ اور عورتوں' بچوں' سونے چاندی کے ڈھیروں' گھوڑوں' مویشیوں اور کھیتی کی محبت میں مبتلا انسانوں کو بتلایا گیا ہے کہ دنیا کی اس متاع کے مقابل خدا کے پاس بہترین ٹھکانہ ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اخروی زندگی پر دنیاوی زندگی کو ترجیح نہ دی جائے۔ بل توثرون الحیواۃ الدنیا والاخرۃ خیر وابقیٰ بلکہ تم تو دنیا کی زندگی کو چاہتے ہو اور آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔

ہر عقلمند اپنے مقصد کے پیش نظر دوسرے مشاغل سے کنارہ کشی کو ترجیح دے گا۔ البتہ ہر انسان کا مقصد علحدہ ہوتا ہے۔ اعلیٰ مراتب انہی لوگوں کو نصیب ہوتے ہیں جن کا مقصد اعلیٰ ہوتا ہے۔ اور جو اسی کے حاصل کرنے میں اپنی عمر صرف

کردیتے ہیں۔تمام مقاصد میں اعلیٰ ترین مقصد کونسا ہے وہ غور طلب ہے۔جتنی چیزیں انسان کے سوا ہیں وہ انسان ہی کے لئے ہیں کہ اگران میں کوئی چیز نہ ہوتو انسانی زندگی خطرہ میں پڑ جاتی ہے۔لیکن انسان ان چیزوں کے لئے نہیں ہے اگراس کا وجود دنیا سے مٹ جائے تب بھی ہر چیز باقی رہے گی۔تو پھرانسان آخر ہے کس کے لئے قرآن کہتا ہے **انا لله** (ہم اللہ کے لئے ہیں) یعنی اس کی عبادت کے لئے جیسا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے **وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون** (ہم نے جنوں اور انسانوں کو نہیں پیدا کیا مگر صرف اپنی عبادت کے لئے) اور عبادت کی صحت بروئے حدیث دیدار خدا پر موقوف ہے۔جیسے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ **ان تعبدوالله کانک تراه** (تم اللہ کی عبادت ایسی کرو گویا اس کو دیکھ رہے ہو) معلوم ہوا کہ انسانی پیدائش کی علّت غائی خدا کے دیدار کا حصول ہے۔یہی بات حضرت مہدی علیہ السلام نے بیان فرما کر طلب دیدار خدا کو فرض کردیا ہے اور ایک مہدوی کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ وہ اپنی زندگی صرف اللہ کے لئے گذارے۔انسان کا یہی سب سے اعلیٰ ترین مقصد ہے اور خدا کی طلب میں دنیا کو ترک کردینا اس منزل پر پہنچنے کا پہلا زینہ ہے۔حدیث شریف میں ہے جو بندہ دنیا سے بے رغبت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل میں حکمت ڈال دیتا ہے اب اس کی عقل ودانش وحکمت کا تقاضہ اس کو درجہ بدرجہ اللہ کے قریب کرتا رہتا ہے۔جو لوگ منزل دیدار تک پہنچ جاتے ہیں جن کی روحیں اللہ کے لو سے اقتباس نور کرتی ہیں کیا کوئی بتلا سکتا ہے کہ انسانی ترقی کی یہ معراج نہیں؟ اور تمدنی ترقی انسان کو حقیقی سکون وراحت بخش سکتی ہے۔

انسان ایک تمدنی ہستی نہیں بلکہ ایک روحانی اور ذی ارادہ ہستی ہے۔**فاذا سویته ونفخت فیه من روحی** اس کے لئے ارشاد خداوندی ہے (جب میں اس کو یعنی آدم کو بنا چکوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں) اور روح وذہن کی تبدیلی ہی انسان کا صحیح کام ہے یہ بات تمدنی نہیں بلکہ روحانی حیثیت سے ٹھہرائی جائے گی کہ آخر انسان کو کیا کرنا چاہیئے۔جہاں تک روحانیت کو مدد پہنچ سکتی ہے اس حد تک اسکے تمدنی تقاضے قبول کئے جائیں گے بندہ کا مقصود تو خدا

سے روحانی وقلبی تعلق ہونا چاہئے اس کا کام ہے کہ وہ اسلام سے ایمان، ایمان سے ایقان، ایقان سے معرفت وولایت تک پہنچنے کی کوشش میں لگا رہے اوراس کا جسم اس کے دل کا، اس کا دل اس کی روح کا تابع ہوجائے اور وہ چیخ اٹھے **اروا حنا اجسادنا اجسادنا اروا حنا** (ہماری روحیں ہمارے جسد ہیں ہمارے جسد ہماری روحیں ہیں)

پس جو ترقی مرنے کے بعد بھی باقی رہے اس کا مقام مادی ترقی کیسے لاسکتی ہے۔ بہت سی قومیں دنیا میں ابھریں اور فنا ہوگئیں انہوں نے ترقی پر ترقی کی تھی جیسا کہ آج کل مختلف کھنڈروں کی کھدائی سے معلوم ہوتا ہے مگر آج ان پر رونے والا کوئی نہیں۔ موجودہ مادی دور بھی گذر جانے والا ہے۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے **الم تهلک الاولین ثم فتبعهم آخرین کذالک نفعل بالمجرمین** (کیا ہم نے پہلوں کو ہلاک نہیں کردیا اور ان کی جگہ دوسروں کو نہیں لایا ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں) مگر انبیاء علیہم السلام ہوں کہ اولیائے کرام ان کی زندگیاں آج بھی زمانے کو مشعل راہ بنی ہوئی ہیں۔ اور لوگوں کے دلوں میں ان کا جو احترام ہے وہ سب ہی جانتے ہیں۔ یہ سب کے سب خدا کے مقبول بندے تارک الدنیا ہی تو تھے۔ پیغمبروں میں کسی نے بھی منصب نبوت پر فائز ہونے کے بعد سے اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک کبھی بھی کسب نہیں کیا نہ تجارت نہ زراعت صرف توکل بر خدا اپنے کام میں لگے رہے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ کا مشغلہ سوائے عبادت وریاضت اور تبلیغ احکام الٰہی کے نبوت کے بعد کیا کوئی اور بھی تھا؟ آپ نے فقیری کو اپنے لئے باعث فخر کہا ہے آپ کی درویشانہ زندگی کا نقش بی بی عائشہؓ کھینچتی ہیں کہ چالیس چالیس دن گذر جاتے گھر میں چولھا نہیں سلگتا۔ آپ کے گھر میں دنیاوی ساز وسامان سے کوئی چیز نہیں تھی اور آپ کی بیویوں کے حجرے نہایت پست اور تنگ ہوتے تھے۔ مہدوی، حضرت رسول خدا کی اس زندگی کے اختیار کرنے کو اپنے لئے فرض جانتا اور اسی میں اپنے لئے بہتری سمجھتا ہے خدا سے غفلت اور غیر کی طرف توجہ مہدوی کے لئے حرام ہے اس کے پاس

غفلت ہی کا دوسرا نام دنیا ہے۔

اولیاء اللہؒ سے کسی ولی نے بھی بغیر ترک دنیا کے سلوک کا راستہ طئے نہیں کیا۔ حضرت بایزید بسطامیؒ ، حضرت ذوالنون مصریؒ ، جنید بغدادیؒ ، ابراہیم ادھمؒ ، معین الدین چشتیؒ ، قطب الدین بختیار کاکیؒ ، خواجہ فرید گنج شکرؒ ، نظام الدین محبوب الٰہیؒ ، وغیرہم سب کے سب تارک الدنیا ہی ہوگذرے ہیں۔ حضرت امام غزالیؒ درجہ کمال پر اس وقت پہنچتے ہیں جب کہ فقیر بن کر وہ سیاحت کے لئے نکل کھڑے ہوتے ہیں اور گوشوں اور ویرانوں میں رہ کر ریاضت وعبادت میں لگ جاتے ہیں۔

پس کسی تارک الدنیا اور اس کے بیوی بچوں کے متعلق یہ خیال کہ ترک دنیا کی وجہ سے ان کا کیا بنے گا؟ ایک وسوسہ شیطانی ہے خدائے تعالیٰ فرماتا ہے **ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجاً ویرزقہ من حیث لا یحتسب** (جو اللہ سے ڈرے تو خدائے تعالیٰ اس کے لئے راستہ کھول دے گا اور اسی جگہ سے اس کو رزق دے گا جس کا اس کو گمان بھی نہ ہو۔) اور آنحضرت ﷺ کی حدیث بھی اس بات کی تائید کرتی ہے تارک الدنیا بندوں کا رزق غیب سے پہنچتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں جو اللہ کا ہوجائے اللہ اس کو مشقت سے بچائے گا اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں کا اس کو گمان بھی نہ تھا۔ بات یہ ہے کہ جب خدائے تعالیٰ کسی بندہ کو اس کی عبادت اور ریاضت کی وجہ اپنا محبوب بنالیتا ہے تو آسمانوں اور زمین کی مخلوقات بھی اس بندہ سے محبت کرنے لگتی ہیں اور لوگ اس کی خدمت کو اپنی سعادت جان کر اس کی طرف مائل ہوجاتے ہیں۔ یہ بات ایک روحانی ضابطہ کے طور پر ابتداء سے آج تک اس دنیا میں جاری وساری ہے۔ اور خدا کے عبادت گذار بندوں اور بزرگان دین کے حالات پڑھنے سے اس کی تصدیق ہوتی ہے جو دنیا سے بھاگتا ہے دنیا اس کے پیچھے دوڑتی ہے۔ بڑے بڑے امراء وبادشاہ، فقراء کے پاس حاضر ہوکر ان سے دعا کے طالب ہوتے اور ان کی خدمت میں نذرانے پیش کرتے ہیں ۔ ہمایوں

بادشاہ کا اپنے بھائیوں کے ساتھ حضرت خلیفہ گروہؓ کے پاس بمقام ڈونگر پور' اکبر بادشاہ کا حضرت میاں عبداللہ خاں نیازیؒ کی خدمت میں بمقام سرہند اور عالمگیر کا حضرت میاں سید محمد تقی کے دائرہ میں بمقام دولت آباد حاضر ہونا مشہور واقعات ہیں۔ایسے لوگ محنت ومشقت دنیاوی سے میرے اپنی جگہ بیٹھے ہوئے ہیں اور غیب سے ان کا رزق برابر پہنچ رہا ہے۔حضرت نظام الدین محبوب الٰہی کے لنگر میں ہر روز سینکڑوں آدمی کھانا کھاتے آپ کے پاس آخر یہ خرچ آتا کہاں سے؟ یہی کہ امراء ووزیر اور بہت سے لوگ بے دریغ پیسہ آپ کی خدمت میں پیش کرتے ورنہ آپ تو کاروبار دنیاوی سے بالکل الگ تھے۔مہدویہ دائروں میں اس پانچ سو سال میں ہزاروں لاکھوں فقیر ہوگذرے ہیں جنہوں نے ترک دنیا کے بعد توکل اختیار کرکے اپنی زندگیاں بسر کردی ہیں ان کا کفیل کون تھا؟ اس کو قدرت کا نظام سمجھئے کہ لوگ ثواب دارین سمجھ کر بے حساب زرومال اور دوسری چیزیں ان کے یہاں خدا کے نام پر بھیج دیتے تھے۔حضرت بندگی میاںؓ اور دوسرے بزرگوں کے پاس کثیر التعداد فتوح آتی رہتی تھی جو سب کے سب فقراء ومساکین میں تقسیم کردی جاتی اس طرح ان فقراء اوران کے بیوی بچوں کی ضرورتیں تکمیل ہوتی ہی رہتی تھیں تو کل پیشہ افراد کے لئے خدا کافی ہوجاتا ہے **ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ** (جو اللہ پر بھروسہ کرے اللہ اس کے لئے کافی ہے) نیز خدائے تعالیٰ فرماتا ہے **وَمَامِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّاعَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا** (سوۂ ھود آیت ۶) (کوئی جاندار زمین میں ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ نہ ہو اب اگر کوئی شخص اس بات میں شک کرے تو وہ ایمان ہی سے خارج ہوجائے گا۔بلکہ موحدین اور عارفانِ الٰہی کے پاس اسباب پر نظر رکھنا اور رزق غیب کے معاملہ میں شک کرنا کفر ہے۔حضرت بایزیدؒ نے بحالت سفر کسی مقام کی ایک مسجد میں نماز عصر پڑھی نماز کے بعد امام نے آپ سے پوچھا کہاں سے آئے ہو فرمایا ملک خدا سے' کہا رزق کہاں سے ملتا ہے فرمایا خانۂ خدا سے امام نے کہا آخر ذریعہ معاش کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ذرا ٹھہرو تا کہ میں نے تمہارے پیچھے جو نماز پڑھی

ہے اس کو دھرالوں پھر آپ نے دوبارہ نماز پڑھی۔ امام نے کہا نماز تو ہر نیک و بد کے پیچھے جائز ہے فرمایا کہ کافر کے پیچھے جائز نہیں۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی کوئی جاندار زمین پر ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ نہ ہو اور فرمایا جس کو اللہ کے وعدہ پر یقین نہیں وہ کافر ہے بعض مرتبہ متوکل پیشہ افراد کی مدد غیب سے کرامت کے طور پر بھی ہو جاتی ہے۔

حضرت حبیب عجمیؒ کا قصہ مشہور ہے جب انہوں نے توبہ کی اور تمام مال و دولت راہ حق میں لٹا دیا تو ان کی عورت نے کہا اب کہاں سے کھاؤ گے۔ کہا کہ مزدوری کروں گا اس بہانے گھر سے نکل کر دریا کے کنارے جا بیٹھے اور عبادت میں لگ گئے شام گھر واپس ہوئے اور عورت سے کہا جس کی مزدوری کی ہے اس نے کہا کہ تین دن کے بعد ایک دم مزدوری دے دوں گا۔ اس طرح تین دن گذرے تیسرے دن کچھ کنکریاں پگڑی کے پلو میں باندھ کر گھر لوٹے تا کہ صورت دیکھ کر سمجھے کہ میں کچھ لایا ہوں جب گھر کے دروازے پر آئے گھر میں سے کھانے کی خوشبو آئی۔ ایک خوان دیکھا کہ مختلف قسم کے کھانے اس میں تھے اور سو اشرفیاں خوان کے کنارے رکھی ہوئی تھیں پوچھا یہ سب کہاں سے آیا عورت نے کہا ایک نوجوان نے یہ خوان لایا ہے اور کہا کہ جس مالک کی تم مزدوری کرتے ہو اس نے بھیجا ہے اور کہا ہے کہ اسی طرح میری خدمت میں ہمت باندھے ہوئے رہو۔ پس اللہ تعالیٰ متوکلین کی ایسی ہی مدد کیا کرتا ہے۔ کبھی بغیر ظاہری اسباب کے اور کبھی کسی ظاہری سبب کے ذریعہ پس ترک دنیا کے بعد سمجھنا کہ ہم بھوکے مر جائیں گے۔ اللہ کا رازق ہونے پر یقین نہ ہونے کی بات ہے اس کا اثر ایمان پر پڑتا ہے۔ اسے وسوسہ سے توبہ کرنی چاہئے حضرت امام احمد حنبلؒ سے کسی نے کہا کہ آپ کے فقراء بھی عجیب بے عقل ہیں کہ ایک روٹی کے لئے مسجد پکڑ لی ہے فرمایا ان کی عقل ہی نے انہیں یہاں لا بٹھایا ہے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں سب سے بہتر جگہ مسجد اور سب سے بدتر جگہ بازار ہے۔ مسجد اللہ کا گھر ہے اور اس میں عبادت گزار بندے ہی رہتے ہیں۔ جو تمام مخلوقات میں اللہ کے پاس ایک مرتبہ رکھتے

ہیں۔حضرت رسول کریم ﷺ کا سارے کا سارا وقت مسجد ہی میں گذرتا۔حضرت امام مالکؒ نے کبھی سوائے حاجت ضروری کے مسجد کے باہر قدم نہ رکھا آپ کا مقام ومرتبہ اہل اسلام خوب جانتے ہیں۔مخلوق سے ٹوٹ کر مسجد نشینی اختیار کرنا اللہ کے اس حکم کے تحت ایک فعل نیک ہے کہ فرمایا ہے وتبتل الیہ تبتیلا (اور سب سے ٹوٹ کر اسی کے ہو رہو) حدیث قدسی میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم تو میری عبادت کے لئے فارغ ہو جا۔ میں تیرے سینہ کو بے فکری سے بھر دوں گا اور تیرے فقر وفاقہ کو دور کر دوں گا۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضور ﷺ تخلیہ اور تنہائی کی غرض سے ٹیلوں اور پہاڑوں پر چلے جایا کرتے تھے۔حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابن عمرؓ کو عوام سے الگ رہنے کی تاکید کی ہے۔اور اس دیندار کی تعریف کی ہے جو اپنے دین کو محفوظ رکھنے کی نیت سے آبادی سے بھاگ کر پہاڑ پر جا کر رہنے لگے۔قرآن کی مذکورہ بالا آیت اور ان حدیثوں کی روشنی میں جو شخص سب سے علحدہ ہو جائے گا مخلوق اس کو لپٹ پڑے گی یہی دنیا اور اہل دنیا کا قاعدہ ہے۔اور اس کا عمل نیک ان لوگوں کو جو اس کے پاس آنا جانا باعث برکت سمجھتے لگتے ہیں۔راہ حق پر کھینچنے کے لئے تبلیغ کا کام دے گا۔ ہزاروں لاکھوں آدمیوں نے محض بزرگان دین کے عمل کو دیکھ کر اور مہدویوں کی نیکی طبع سے متاثر ہو کر مہدویت کو قبول کیا ہے اِدھر اُدھر پھر کر تبلیغ دین کرنا ایسے ہی لوگوں پر فرض ہے جو عالم وفاضل ہوں اور اس میں شرط یہ ہے کہ تبلیغ سے فساد واقع نہ ہو۔ ذکر وفکر جس کی فرضیت قرآن سے ثابت ہے اس کی تکمیل اور یکسوئی کے لئے گوشہ نشینی یا مسجد میں رہنا تبلیغ کے مانع نہیں ہے۔

زمانہ حال میں اقتصادی کمزوری تو ملاحظہ فرمائیے کہ خود مہدوی ہی کہنے لگے ہیں کہ باہر والوں کو آپ منکر نہیں کہہ سکتے منکر کے معنی ہیں انکار کرنے والا پس جو مہدی کا انکار کرے وہ منکر نہیں تو اور کون ہو سکتا ہے؟ ممکن ہے کہنے والوں کا مطلب یہ کہ اس کو کافر نہیں کہہ سکتے۔کافر کوئی گالی نہیں ہے۔قرآن شریف کفر' کافر وکافروں کے الفاظ سے بھرا پڑا ہے۔کفر کے معنی چھپانے

کے ہیں جو شخص حق کو چھپائے یا اس کو تسلیم نہ کرے وہ کافر ہے جس طرح منکرِ خدا اور رسولؐ کافر ہے اسی طرح اس مسلمان پر بھی جو حق کو چھپائے اور موجبات کفر سے کوئی بات اس میں پائی جائے کفر کا اطلاق ہوسکتا ہے۔ مگر کفر کے درجے ہیں۔ جیسے کہ ایمان کے مراتب ہیں۔ دہریئے' مشرکین' اہل کتاب سب کافر ہیں اور سب کے لئے عذاب آخرت مقدر ہے۔ دنیا میں ان سے تعلقات کی یہ نوعیت رہے گی کہ دہریوں اور مشرکوں کا ذبیحہ جائز نہیں۔ ان سے بیٹا بیٹی کا لین دین نہیں ہوسکتا۔ ان میں اور مسلمانوں میں وراثت جاری نہ ہوگی ان کی گواہی مذہبی معاملات میں قابل قبول نہیں وغیرہ۔ لیکن اہل کتاب کا ذبیحہ جائز ہے۔ ان کی بیٹیوں سے شادی کی جاسکتی ہے ان کا کھانا اہل اسلام کے لئے حلال ہے۔ مگر ان میں اور مسلمانوں میں وراثت جاری نہ ہوگی۔ اور ان کی گواہی بھی مذہبی امور میں نہ لی جائے گی۔ رہے وہ مسلمان جن میں کوئی ایسا وصف موجود ہو جس سے کفر عائد ہوتا ہے تو سوائے اس کے کہ ان کی اتباع جائز نہیں اور عبادت میں ان کی اقتداء ممنوع ہے باقی دیگر مراسم ان سے قائم رکھے جائیں گے۔ ان کا ذبیحہ جائز ہے۔ ان سے بیٹا بیٹی کا لین دین ہوسکتا ہے اور ان کے ساتھ وراثت جاری رہے گی مگر ان کو آخرت میں آگ دوزح سے نجات نہیں اور وہ باتیں جن سے کفر عائد ہوتا ہے ان میں سے چند یہ ہیں۔ ضروریات دین سے کسی بات کا انکار کرنا۔ دیدار خدا کا انکار کرنا۔ قرآن کی توہین کرنا۔ حلال کو حرام اور حرام کو حلال سمجھنا۔ حدیث متواتر کا انکار کرنا جو بات بالا جماع ثابت ہے اس کا انکار کرنا جو بات واجب نہیں اس کو واجب قرار دینا عین اس طرح حضرت مہدی علیہ السلام کا انکار بھی کفر ہے کیونکہ آپ اللہ کے خلیفہ ہیں۔ آپؑ کا دعویٰ خدا کی طرف سے ہے۔ اور آپ کا ماننا ضروریات دین سے ہے۔ آپؑ کی آمد رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئی کے موافق ہے اور حدیث متواتر سے ثابت ہے۔ آپ کا انکار رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئی اور حدیث متواتر سے ثابت ہے آپ کا انکار رسول اللہ کی پیشین گوئی اور حدیث متواتر کا انکار ہے جو کفر ہے۔

متعدد آیات قرآنی اس بات پر شاہد ہیں کہ دوزخ کافروں کے لئے ہی ہے۔ مومن دوزخ میں نہ جائے گا اگر کوئی کلمہ گو دوزخ میں جائے تو ایسی صورت میں کہ اس کا ایمان سلب ہو چکا ہوگا۔ یہ بہت ہی غور طلب مسئلہ ہے۔ بعضوں کا خیال ہے کہ مسلمان دوزخ میں جانے کے بعد اپنے گناہوں کی سزا پا کر واپس لوٹ آئے گا۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ دوزخ کی ہیشگی (یعنی اس میں جانے والوں کا ہمیشہ اس میں رہنا) آیات قرآنی سے ثابت ہے۔ ایسے ہی ان اہل اسلام کے لئے بھی قرآن میں دوزخ کی وعید ہے۔ جو صفت کفر سے موصوف ہیں۔ چاہے وہ کلمہ گو نمازی اور ایمان لائے ہوئے ہی کیوں نہ ہوں۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔ **فویل للمصلین الذین ھم عن صلواتھم ساھون** ویل ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔ ویل دوزخ کا ایک مقام ہے۔ نیز فرماتا ہے **الااصحاب الیمین فی جنات یتسالون عن المجرمین ما سلککم فی سقر قالوا الم تک من المصلین ولم نک نطعم المسکین** مگر اصحاب الیمین جنتوں میں ہوں گے اور مجرموں سے پوچھیں گے تم دوزخ میں کیسے آ گرے؟ کہیں گے ہم نماز نہیں پڑھتے تھے اور مسکینوں کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔ ان آیات میں دوزخیوں کا اطلاق ان مسلمانوں پر ہی ہو رہا ہے جن کا ایمان سلب ہو چکا ہے کیونکہ نماز کا فعل صرف مسلمانوں ہی میں ہے جو نماز چھوڑے گا وہ مسلمان کب باقی رہے گا۔ اسی طرح حدیث نبوی ہے مسلمان مسلمان کا بھائی ہے وہ خود نہ اس پر ظلم کرے گا اور نہ اس کو کسی ظالم کے حوالے کرے گا۔ اس حدیث کی رو سے ظلم کرے یا مسلمان کو ظالم کے حوالے کرنے سے کفر عائد ہو رہا ہے۔ بات صرف یہی نہیں ہے کہ مہدوی حضرت مہدی علیہ السلام کے منکر کو کافر قرار دیتے ہیں۔ بلکہ اسلام کے دوسرے فرقے بھی ایک دوسرے کو کافر کہنے میں بڑے فیاض واقع ہوئے ہیں۔ چنانچہ اہل سنت شیعوں کو حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ کی خلافت و امامت کے انکار کے سبب سے رافضی ٹھہرا کر کافر کہتے ہیں۔ شیعہ حضرت علیؓ کو خلیفہ اول تسلیم نہ کرنے والے کو منافق اور کافر کہتے ہیں۔ معتزل آغا خاں

جہمی قدری ان سب پر کفر کے فتوے ہیں دیوبندی، بریلوی کی نظر میں مرتد کافر نیچر پرست ہیں۔
دیوبندیوں کے پاس بریلوی پیٹ پرست اور جمہوری شریعت کے حامل ہیں۔ محمد علی باب اور بہاء اللہ کے پیروؤں کو بھی کافر کہا گیا ہے۔ یہ سب اہل اسلام کلمہ بھی پڑھتے ہیں نماز بھی پڑھتے ہیں اور ایمان بھی لائے ہیں۔ پھر یہ سب کافر کیسے؟ اور کیوں یہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ تمام فقہاء کہتے ہیں کہ کافر کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ اگر کلمہ گو پر کفر عائد نہ ہوتا تو یہ کافر کے پیچھے نماز ناجائز ہونے کا مسئلہ اٹھتا ہی کیوں؟ کیونکہ نماز تو صرف اسلام کا رکن اور مسلمانوں کا فعل ہے۔ کیا عیسائی، یہودی، ہنود وغیرہ بھی نماز پڑھتے ہیں؟ پس معلوم ہوا کہ کسی مسلمان کو اس میں صفت کفر موجود ہونے کی بناء پر کافر کہنا غلط بات نہیں ہے اور ایسا عمل مہدویوں سے ہی مخصوص نہیں۔ مہدویوں کے پاس موجبات کفر میں سب سے اہم موجب انکار مہدیؑ ہی ہے کیونکہ آپؑ مانند انبیاءؑ کے مامور ہیں اور تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ مہدیؑ کا انکار کفر ہے۔ من کذب بالمہدی قول مشہور ہے۔ حضرت راجو قتالؒ لکھتے ہیں کہ **مهدی بیاید بیشکے بر نهصد وپنج و گرا تصدیق او فرض است بدان انکار او باشد کفر** مہدی ۹۰۵ھ میں آئے گا اس کی تصدیق کو فرض اور اس کے انکار کو کفر سمجھ۔ ایک بار ایک مہدوی نے ایک مولوی صاحب سے جو سنی تھے کہا کہ ہم سید محمد جونپوری کو مہدی موعودؑ تسلیم کرتے ہیں اور آپ کے منکر کو کافر سمجھتے ہیں۔ مولوی صاحب نے کہا نہیں وہ کافر نہیں ہوسکتا آپ اسے فاسق یا فاجر کہہ سکتے ہیں۔ مہدوی نے کہا آپ جس مہدی کے منتظر ہیں اگر اس کا ظہور ہو جائے اگرچہ کہ یہ محال ہے تو فرمایئے کیا اس کا انکار کفر ہے یا نہیں؟ مولوی صاحب خاموش ہوگئے۔ پھر کہا اس بحث کو چھوڑیئے پھر مہدوی کے اصرار پر کہا ہاں مہدی کا منکر کافر ہے۔

اگر مہدی علیہ السلام کا منکر کافر نہیں ہے تو وہ مومن ہوا کیونکہ بروئے آیت قرآنی انسانوں کی دو ہی قسمیں ہیں۔ **فمنکم مومن و منکم کافر** تم میں کچھ مومن ہیں اور تم میں کچھ

کافر ہیں۔ جب منکر مہدی کافرنہیں مومن ہی ہے تو مہدوی کون ہوا؟ اگر مہدوی اور منکر دونوں برابر ہیں تو مہدوی کومہدی کی تصدیق سے کونسا فائدہ حاصل ہوا۔ **اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ط لَا يَسْتَوٗنَ o** (سورۃ السجدہ آیت ۱۸) کہا جو مومن ہے فاسق کے جیسا ہوگا۔ یہ دونوں برابرنہیں ہوسکتے۔ پس اس قول میں کیا جان باقی رہ جاتی ہے جو کہا جاتا ہے کہ آپ باہر والوں کومنکرنہیں کہہ سکتے وہ کلمہ پڑھتے ہیں' نماز پڑھتے ہیں' ایمان لائے ہیں۔ کیا ایمان لانا اسی کو کہتے ہیں جب حضرت مہدی علیہ السلام کی بعثت ہو کہ آپ مامور یہ دعوت ہوتے ہیں تو باوجود یہ کہ وہ تمام علامات جو احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں آپ میں موجود تھے۔ انہوں نے آپ کی ذات پیغمبر صفات کا انکار کر دیا اور حضرت رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کا کوئی لحاظ ہی نہیں کیا۔ اگر برف پر سے رینگتے ہوئے جانا پڑے تو جاؤ اور اس کی بیعت کرو۔ کیونکہ وہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہے۔ کیا اسی کا نام اطاعت ومحبت رسولؐ ہے۔ یہی نہیں بلکہ جی کھول کر حضرت مہدی علیہ السلام کی مخالفت کی اور آپ کی قوم پر ان میں سب کے سب اللہ والے اور رسول اللہ ﷺ کی پیروی میں قولاً وفعلاً راسخ تھے۔ اور جن کی نسبت گمان ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی زمین کو پاک کرنے کے لئے اپنے فرشتے آسمانوں سے بھیج دیئے ہیں۔ ظلم وجبر کے بڑے بڑے پہاڑ توڑے اور ظالم وجابر بادشاہوں سے مل مل کر ان کو بہکایا' اذیتیں دیں' اخراج پر اخراج کرائے اور سینکڑوں مہدویوں کوشہید کرادیا۔ ایسے ظالم وفاجر افراد اپنے اس طرز عمل کے باوجود جیسے یہودیوں' انبیائے بنی اسرائیل کے ساتھ تھا۔ ہرگز ایمان والے نہیں ہوسکتے ان پر تو رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کا الزام وارد ہورہا ہے۔ خدائے تعالیٰ فرمایا ہے **ومن یعص الله ورسوله فان له نار جهنم خالدين فيها ابداً** جس نے خدااور رسول کی نافرمانی کی اس کے لئے دوزخ کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔

☆☆☆☆☆

امام مہدی علیہ السلام کی تبلیغی جدوجہد

آپ کی تعلیم اور اُس کے اثرات

حضرت زید بن ارقمؓ کہتے ہیں کہ میں امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ تھا۔ لوگ آپ کے واسطے شہد ڈال کر پانی لائے، آپ منہ کے پاس لے جاکر پھر لائے اور اس قدر شدت سے روئے کہ ہم سب رونے لگے اور چپ ہو کر پھر رونے لگے کسی کو یہ قدرت نہ ہوئی کہ وجہ پوچھ سکے جب آپ نے آنکھ پونچھی لوگوں نے پوچھا یا خلیفہ رسول اللہؐ یہ کیا ماجرا تھا فرمایا کہ میں ایک دن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بیٹھا تھا دیکھا کہ دست مبارک سے کوئی چیز اپنے پاس سے دور فرماتے ہیں۔ اور کوئی چیز دکھائی نہ دی میں نے عرض کی یا رسول اللہؐ یہ کیا ہے فرمایا کہ دنیا ہے اپنے تئیں مجھ پر عرض کرتی تھی میں نے اُسے دور کیا وہ پھر آئی اور کہا اگر آپ مجھ سے بچ گئے تو بچ گئے جو لوگ آپ کے بعد ہوں گے وہ تو نہ بچیں گے اب میں ڈرا کہ اس نے مجھے پایا (کیمیائے سعادت) عمرو بن عوفؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم پر فقر و ناداری کے آنے سے نہیں ڈرتا لیکن مجھے تمہارے بارے میں یہ ڈر ضرور ہے کہ دنیا تم پر زیادہ وسیع کر دی جائے جیسی کہ تم سے پہلے لوگوں پر وسیع کی گئی تھی پھر تم اس کو بہت زیادہ چاہنے لگو جیسے کہ انہوں نے اس کو بہت زیادہ چاہا تھا اور پھر وہ تم کو ہلاک کر دے جیسے کہ اس نے اگلوں کو ہلاک کیا۔ (معارف الحدیث حصہ دوم)

آنحضرت ﷺ کی ان حدیثوں سے واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نہ صرف یہ کہ دنیا سے متنفر تھے بلکہ اس بات سے بھی خائف تھے کہ دنیا آپ کی اُمت پر کشادہ کر دی جائے اور پھر آپ کی امت اس کی محبت میں گرفتار ہو کر درجۂ ہلاکت کو پہنچے اور اس آزمائش میں پوری نہ اتر

سکے جس میں انسان مال کی زیادتی کے باعث مبتلا ہو جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ ''ہر امت کے لئے کوئی خاص آزمائش ہوتی ہے اور میری امت کی خاص آزمائش مال ہے(معارف الحدیث حصہ دوم) آنحضرت ﷺ کے زمانۂ زندگی اور بعد آپ کے اصحاب کرامؓ تو آپ کی صحبت بابرکت کے اثر سے دنیا سے دور ہی دور رہے اور زر و مال کی کثرت کے باوجود اس آزمائش میں پورے اترے لیکن آپ کو اپنی امت کی جو فکر لاحق ہے اس کے پیش نظر آپ نے اپنے بعد ایک ایسے شخص کی بعثت کی پیشین گوئی فرمادی جو امت کو ہلاکت سے بچا سکے چنانچہ فرمایا **کیف تھلک امتی انا فی اولھا وعیسیٰ فی آخرھا والمھدی من اھل بیتی فی وسطھا** میری امت کیسے ہلاک ہوسکتی ہے میں اس کے اول میں ہوں اور عیسیٰ اس کے آخر ہیں اور مہدی میرے اہل بیت سے اس کے وسط میں ہیں''

اس حدیث کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو آگاہ کیا ہے کہ مہدی علیہ السلام کی اتباع ہی ہلاکت سے بچا سکتی ہے اس کے علاوہ آپ نے ایک بلا کا ذکر بھی فرمایا جو اس امت پر پڑے گی یہاں تک کہ کوئی شخص کوئی جائے پناہ نہیں پائے گا جہاں وہ قرار لے پس بھیجے گا اللہ ایک شخص کو میری امت سے میرے اہل بیت سے (مکتوب ملتانی) وہ شخص مہدی ہے جس کی آمد کو رسول اللہ ﷺ نے اتنا ضروری قرار دیا کہ فرمایا ''اگر باقی نہ رہے دنیا کی مدت مگر ایک ہی دن تو البتہ اللہ تعالیٰ دراز کردے گا اس دن کو یہاں تک کہ مبعوث ہو اس میں ایک شخص میری اہل بیت سے جو میرا ہم نام ہوگا۔ (ایضاً)

جب زمانہ رسول اللہ ﷺ سے دور ہوگیا اور مسلم دنیا عیش وعشرت سے اور خانہ جنگیوں میں مبتلا ہوگئی مذہبی فرقہ بندیوں نے مسلمانوں کو کمزور کردیا اور لا الٰہ الا اللہ پر ایمان رکھنے والے اوہام پرستی، جماعت پرستی، پیر پرستی، قبر پرستی اور وطن پرستی میں لگ گئے تو خدا کی رحمت نے پھر جوش کھایا اور خاتم الاولیاء امامنا سیدنا حضرت سید محمد جونپوری مہدی موعود علیہ السلام کا ظہور ہوا آپ ہندوستان کے شہر جونپور میں بہ عہد سلطان حسین شرقی ۱۴/ جمادی الاول ۸۴۷ھ بروز دوشنبہ

پیدا ہوئے۔ یہ شہر سلاطین شرقیہ کا پایہ تخت اور علم وفن کا مرکز ہونے کی وجہ شیراز ہند مشہور تھا رسول اللہ ﷺ نے آپ کے متعلق فرمایا تھا کہ ''مہدی مجھ سے ہے روشن پیشانی' بلند بینی اور پیوستہ ابرو والا'' آپ ماں اور باپ دونوں طرف سے حسینی سید ہیں آپ کے والد سید عبداللہ جن کو حکومت وقت کی جانب سے سید خاں کا خطاب حاصل تھا مناصب جلیلہ پر فائز تھے۔آپ نے ساڑھے چار سال کی عمر میں حضرت شیخ دانیالؒ کے مدرسہ میں شریک ہوکر اپنی غیر معمولی ذہانت وفراست کی وجہ جو معجزانہ طور پر آپ کو ودیعت ہوئی تھی سات ہی سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ فرمالیا اور اپنی عمر کے بارہویں سال تمام علوم سے فارغ ہوگئے شہر کے تمام علماء وفضلاء نے مل کر آپ کو دستار فضیلت باندھی اور آپ کے تبحر علمی کو دیکھ کر اسد العلماء کا خطاب دیا۔۱۹ سال کی عمر میں آپ نے اپنی چچا زاد بہن سے شادی کرلی۔بچپن ہی سے آپ کی عصمت طبع اور نیک روش نے پورے شہر کو متاثر کردیا تھا۔فراغت علم کے بعد پھر زہد وتقویٰ کے عملی نمونہ کے ساتھ آپ کے وعظ وتذکیر اور لوگوں کو دین حقہ پر چلنے کی تلقین نے ایک ایسا اثر ڈالا کہ آپ سید الاولیاء مشہور ہوگئے۔آپ کے وعظ میں علماء ومشائخین' امراء ووزراء اور عوام کے علاوہ بادشاہ وقت بھی شریک رہتے۔۲۸ سال کی عمر میں راجہ دلپت والیٔ گوڑ کے مقابل سلطان کی حمایت میں جہاد فرما کر کامیابی حاصل کی۔اس کے بعد ۱۲ سال تک جذبۂ حق میں ایسے مستغرق رہے کہ بجز نماز کے آپ کو ہوش نہ آتا۔جب جذبہ فرو ہوگیا تو آپ نے بہ اعلام حق متوکل علی اللہ اپنے اہل وعیال کے ہمراہ جونپور سے ہجرت فرمائی اور دانا پور' کالپی' چندیری' چاپانیر' مانڈو' برہان پور' دولت آباد' احمد نگر' بیدر' گلبرگہ اور بیجاپور ہوتے ہوئے ڈابھول بندر تشریف لے گئے جہاں بھی آپ نے قیام فرمایا وہاں آپ کے وعظ وبیان نے ایک ہلچل ڈالدی آپؑ کے اخلاق کریمانہ اور اوصاف پیغمبرانہ نے لوگوں کو آپ کا ایسا گرویدہ بنایا کہ جوق در جوق لوگ آپ کی بیعت کرتے اور آپ کے ساتھ ہوجاتے آپ کے حق میں یہ حدیث پوری ہوئی کہ ''اس سے اہل آسمان وزمین راضی ہوں گے'' جب آپ ڈابھول بندر سے مکہ معظّمہ بہ نیت حج روانہ ہوئے ہیں ایک کثیر جماعت آپؑ کے ہمراہ تھی۔آپ

نے ۹۰۱ھ میں بمقام کعبۃ اللہ اپنے مہدی ہونے کا اعلان کیا اور فرمایا ''جو میری اتباع کرے وہ مومن ہے''۔ حج سے واپسی میں آپ گجرات کے بندر دیو سے احمد آباد وہاں سے سانتیج اور پٹن ہوتے ہوئے بڑلی میں رونق افروز ہوئے وہاں ۱۴ ماہ قیام فرمایا اسی مقام پر ۹۰۵ھ میں اپنی مہدیت کا دعویٰ موکد کیا۔ خلق اللہ کا آپ کی جانب میلانِ دلی اور دعوت حق میں مسلسل مساعی کو دیکھ کر بہت سے دنیا پرست علماء آپؑ کے مخالف ہوگئے اور بعض مقامات سے آپؑ کا اخراج بھی کر دیا۔

بڑلی سے جالور، ناگور اور جیسلمیر ہوتے ہوئے آپ سندھ کے دارالسلطنت ٹھٹھہ پہنچے پھر قندہار پر سے وادئ ہند کے مقام فرح تشریف لائے۔ ٹھٹھہ، قندہار اور فرح میں بھی آپؑ کی مخالفت ہوئی مگر اکثر خلق اللہ نے آپؑ کی اطاعت قبول کر لی۔ علماء وامرائے خراسان کے علاوہ خود بادشاہ ہرات سلطان حسین بھی آپؑ کے حلقۂ اِرادت میں داخل ہوگیا۔ فرح میں آپؑ کا قیام دوسال رہا اور اسی مقام پر ۱۹/ ذی قعدہ ۹۱۰ھ بروز دوشنبہ بہ عمر ۶۳ سال آپؑ نے قرب الٰہی میں وصال فرمایا۔

سختیوں کے جھیلنے، بلاؤں پر صبر کرنے میں آپؑ ہزاروں اولوالعزم انبیاءؑ کے قدم بہ قدم تھے کسی دشمن کو بھی آپؑ سے کوئی ضرر نہ پہنچا۔ معاشرت میں آپؑ نے بالکل سادگی کو اختیار فرمایا۔ جاہ و مال، نام و نمود اور فخر و مباہات سے ہمیشہ نفرت رکھی آپ کے پاس دنیا کا کوئی ساز و سامان نہیں تھا فقر و فاقہ ہجرت و مسافرت میں تو آپ کی عمر ہی گذر گئی۔ رسول اللہ ﷺ کا کوئی خلق ایسا نہ تھا جو آپ میں نہ ہو۔ تو انگروں سے بے نیازی اور فقیروں کے ساتھ تواضع آپ کا خاصہ تھا۔ اور شجاعت و بہادری، سخاوت و ایثار میں تو اپنی نظیر آپ تھے۔ تسلیم و رضا، صدق و صفا، شرم و حیا، عہد و وفا، خوف اور جا، صبر و شکر، حلم و عفو وغیرہ تمام عالی مقامات سے آپ موصوف تھے چونکہ آپ مہدیت کا لباس زیب تن کئے اور خلافت الٰہی کا تاج سر پر رکھے ہوئے تشریف لائے تھے اس لئے یقفوا اثری ولا یخطی کا ظاہر و باطن پورا پورا مصداق تھے۔ آپ اسرار و معارف کا ایک

اتاہ سمندر تھے کہ اس سے جس کسی کو ایک قطرہ مل جاتا وہ اس کی لذتوں میں ڈوب کر تمام عمر کے لئے جاذب وبیخود ہو جاتا ولایت محمدیؐ کا کامل ظہور آپ ہی کی ذاتِ والا صفات ہے۔

آپ کی تعلیم نے طالب حق کو سالہا سال تک مست وبیہوش کر دیا اور آپ کے ذکر کے ایک دم نے چھ ماہ کے بچے کے دل و دماغ میں وہ نورانیت اور صلاحیت پیدا کر دی کہ یہ ذکر اور مقامات ومنازل معرفت اس کے ذہن میں اس کی عمر آخر تک محفوظ ہو گئے۔ بلکہ میثاق روز قالوا بلیٰ بھی اس کو ایسا یاد رہا کہ گویا وہ اب ہی کی بات ہے۔آپ ہی اس شان ومنزلت کے حامل ہیں کہ آپ کو منصب تصحیح ارواح عطا ہوا اور آپ مقام بے واسطگی پر فائز کئے گئے آپ کی سیر باطنی کا کیا کہنا کہ آپ فرماتے ہیں ''**ابتدائے بندہ از شدنی فی است**'' آپ کی طلب حق کا کیا پوچھنا کہ آپ کا ارشاد ہے'' **تمام انبیاء منتھی ومحمد رسول اللہ ﷺ ومھدی مراد اللہ علیہ السلام مبتدی نہ خدائے را نہایت نہ طلب ایشاں راغایت**'' ہر آن آپ کو مسافرت ہی مسافرت اور ذات خدا میں سیر ہی سیر ہے۔اور فیض ولایت کی تقسیم میں آپ کی فیاضی کا یہ عالم ہے کہ ہر شخص کو اس کے حوصلہ کے موافق آپ کا بہرہ عطا ہوا، آپ نے کسی کو بھی محروم نہ رکھا جیسا کہ رسول کریم ﷺ نے آپ کے تعلق سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ ''آئے گا ایک شخص مہدی کے پاس اور کہے گا اے مہدی مجھے عطا کیجئے پس وہ اُسے اتنا دے گا جتنا کہ وہ اُٹھا سکے'' (مکتوب ملتانی)

چونکہ آپ کی بعثت امت کو ہلاکت سے بچانے کے لئے ہوئی تھی اس لئے آپ ہمیشہ دنیا سے گریزاں رہے۔اور اپنی پوری زندگی مانند رسول کریم ﷺ کے جہاد وعزیمت ہی میں گذار دی۔ یہ جہاد کبیر تمام تر دینی تبلیغ اور خلق اللہ کو خدا کی طرف بلانا اور اس کو دنیا ومافیہا سے بچانا تھا۔اپنے عنفوان شباب سے لگا تار تاریخ وصال تک آپ کی سیرت طیبہ کا سب سے روشن پہلو احیاء دین اور اسلام کی سر بلندی کی کوشش رہا ہے آپ کی بعثت ایسے زمانے میں ہوئی جبکہ ہندوستان میں سخت بدامنی اور طوائف الملو کی پھیلی ہوئی تھی۔اور دنیائے اسلام مال وجاہ کی محبت

اور رسوم وعادات کا شکار ہوکر رہ گئی تھی۔صوفیاء کی مخترعہ بدعات ومنکرات اور علماء کی ظاہر پرستیوں نے عوام کو گمراہ کرر کھا تھا۔آپ کی ہمیشہ یہ تمنا رہی کہ لوگوں کو کجروی اور بدعت سے روک کر کتاب وسنت کے راستہ پر واپس لایا جائے اور اعمال وعقائد کے تفرقوں کو مٹا کر اہل اسلام کوایک پلیٹ فارم پرجمع کیا جائے۔آپ نے ''مذہب ما کتاب اللہ واتباع محمد رسول اللہ'' فرما کر دلوں سے اس شبہ کودور کردیا کہ آپ کسی جدید فرقہ کی بنیاد ڈال رہے ہیں اور جاہ وعزت دنیوی کے بالمقابل خدائے تعالیٰ کے دیدار کی طلب کا چسکہ لگا کر اس الزام کی نفی کردی کہ آپ حصولِ اقتدار چاہتے ہیں۔

آپ کا سب سے بڑا معجزہ قرآن کا بیان ہے۔بیان کے وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا قرآن ابھی ابھی عرشِ معلیٰ سے نازل ہورہا ہے۔اوراس کی یہ تاویل تنزیل کے ساتھ ساتھ ہے۔ اس بیان کی تاثیر نے بڑے بڑے ظالموں اور رہزنوں کو بھی برائیوں سے چھڑا کر خدا کی طرف پھیر دیا علماء ومشائخین، امراءاوراہل دول، عامی اور سپاہیوں میں جو بھی آپ کی صحبت میں آ بیٹھتا وہ اہل وعیال سے منقطع ہوکر اور دنیا کو چھوڑ کر آپ کے ہمراہ ہوجاتا۔ملک برہان الدینؒ نے جو بڑے صاحبِ جاہ تھے ایک مرتبہ آپؑ سے آیت **لن تنالو البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون** کا بیان سنا۔یعنی''جب تک تم اپنی محبوب چیز خدا کی راہ میں خرچ نہ کروگے کسی نیکی کو (خدا کو) نہیں پہنچ سکتے'' یہ سن کر ملک نے اپنی تلوار اور گھوڑا آپ کی خدمت میں پیش کردیا، آپ کے دریافت کرنے پر عرض کیا کہ ان دو چیزوں سے جان کا بچاؤ ہوتا ہے آپ نے فرمایا کہ''جب ایسا ہے توتم کو جان عزیز ہے خدا تمہاری جان مانگتا ہے'' اس کلام کے اثر نے ملک سے جاہ ومنصب کو چھڑادیا۔اورانہوں نے ترک دنیا کر کے آپ کی صحبت اختیار کرلی۔

بیدر سے ہجرت کے وقت علماء ومشائخین شہر کے ماسوا امراء وعمائدین سلطنت بھی آپ کی مشایعت کے لئے شہر کے باہر تک آئے۔قاضی علاءالدین بدری کو کپڑے بدل کر آنے میں دیر ہوگئی جب وہ حضور میں پہنچے آپ نے ان کو دیکھتے ہی فرمایا۔

یعنی روزا اپنے دل کو دھو یا کر' کپڑوں کو چاہے دھو یا نہ دھو غیر اللہ سے علیحدہ ہو جا اور جب تک خدا حاصل نہ ہو آرام کی نیند مت سو" جب قاضی موصوف نے یہ سنا اپنی قضاءت چھوڑ دی اور آپ کے ہمراہ ہو گئے۔ کہتے ہیں سلطان محمود بیگڑہ کا بھانجہ ایک رات اپنی معشوقہ کے پاس تھا کسی بات پر دونوں میں نزاع ہوگئی وہ صبح کے وقت اس سے ناراض ہو کر نکلا۔ سانبرمتی ندی کے کنارے اس کی اچانک آپ سے ملاقات ہوگئی آپ نے یہ سن کر کہ "جو شخص دوست سے رنجیدہ ہو کر نکلتا ہے وہ ہماری رہبری سے صلح اختیار کر لیتا ہے۔" اتنا متاثر ہوا کہ اسی وقت خرقہ تجرید اور کلاہ فقر پہن کر آپ کے ساتھ ہو گیا۔

احمد آباد سے ہجرت فرما کر جب حضرت مہدیؑ نے موضع سود میں قیام فرمایا وہاں ایک نو عمر مخدوم زادہ آپ کے بیان کو سن کر آپ کا دیوانہ ہو گیا اور جب آپ وہاں سے آگے بڑھے وہ بھی ہمراہ ہو گیا اس کا باپ اس کیفیت کو سن کر اس کو لینے آیا لیکن اس پر بھی آپ کے تاثیر بیان اور حسن اخلاق نے وہ اثر ڈالا کہ اس نے وہیں سے اپنی بیوی کو کہلا دیا کہ میں نے حضرت مہدی علیہ السلام کی صحبت اختیار کر لی ہے تمہارا اختیار تمہارے ہاتھ میں ہے۔ (شواہد الولایت)

یہ اور اس قسم کے سینکڑوں واقعات ہیں جس سے آپ کی معجز بیانی اور صحبت کا اثر نمایاں ہوتا ہے سفر خراساں کے موقع پر ایک شہر کے دروازے پر ایک عہدہ دار نے آپ کی جماعت کو روک کر محصول کا مطالبہ کیا جب آپ قریب پہنچے اس مطالبہ کو سن کر فرمایا

نا ہم لاویں لونگ سپاری ' نا پربت کا ادا
ہم تو لادیں پئیو کی بچن کے دان کہاں کا لاگا

وہ عہدیدار اتنا بے خود ہو کر ناچنے لگا بار بار اپنی ران پر ہاتھ مارتا تھا اور کہتا تھا "دان کہاں کا لاگا ارے دان کہاں کا لاگا" بالآخر آپ کے ہمراہ ہو گیا۔

تاثیرات بیان قرآن کے قطع نظر خود آپ کی آمد کی خبر جس شہر یا گاؤں میں ہو جاتی طالبانِ حق پر جذبہ طلب اتنا غالب ہوتا کہ وہ اسی وقت دوڑے ہوئے آپ کی محفل میں آموجود

ہوتے اور پھر آپ کے قدم نہ چھوڑتے جب پٹن میں آپ کا نزول ہوا میاں بھائی مہاجرؒ کی شادی ہو رہی تھی اور آپ تخت پر جلوہ افروز تھے آپ کے سامنے آپ کی دلہن بھی بیٹھی ہوئی تھی عورتیں اور مرد دونوں کو گھیرے ہوئے تھے پورا گھر کیف وسرور میں ڈوبا ہوا تھا اتنے میں کسی نے کہہ دیا کہ سید محمد مہدیؑ یہاں آ گئے دولہا سنتے ہی کھڑا ہوا اور دلہن کو اس کا اختیار دے کر حضرت مہدی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

آپ نے اپنی تعلیمات میں سب سے زیادہ زور عشق ومحبت پر دیا قرآن کو عشق نامہ فرما کر اس امر کو واضح کیا کہ احکام قرآنی کا اقتضاء عشق ومحبت کے سوا کچھ نہیں۔آپ فرماتے ہیں کہ ''عشق خدا کی ذات ہے'' ''ایمان خدا کی ذات ہے'' گویا ایک عاشق اور مومن حقیقی کو خدا کے سوا کسی سے کام ہی نہیں۔

حصول دیدار حق کو آپ نے مقصود حقیقی اور انسانی پیدائش کی علت غائی (حاصل) ٹھہرایا اور انسان کو اتنا عالی ہمت اور صاحب عزیمت بنا دیا کہ اس کے دل میں دنیا تو دنیا نعمائے اخروی کا تصور بھی باقی نہ رکھا۔

آپ اور آپ کی جماعت نے صداقت پرستی اور مثالی زندگی کے ایسے نمونے پیش کئے جس کو عصر اول کے اسلام کی نشاط ثانیہ سے موسوم کیا جا سکتا ہے۔آپ کے زمانے میں اس دعوت کا ادّعا ہوا جس کو خاتم النبی ﷺ اور آپ کے پیشرو انبیاءؑ نے دنیا کے روبرو پیش کیا تھا۔دین محمدیؐ کی روح میں تابنا کی پیدا کرنے اور شریعت حقہ کے حدود کو مستحکم بنانے کی غرض سے آپ نے اپنے متبعین پر قرآنی روشنی میں چند احکام کا لزوم عائد کر کے ترک دنیا' طلب خدا' ہجرت وطن' صحبت صادقاں' ذکر دوام' عزلت خلق' توکل اور عشر کو طریقت کے اصول کے طور پر پیش کیا۔اور فرمایا کہ انسان کے بلند ارادوں اور اس کے اعلیٰ نصب العین کے راستہ میں سب سے بڑی رکاوٹ مال وجاہ کی محبت ہے اور عبادت میں خلوص اس وقت تک پیدا نہیں ہوتا جب تک کہ دنیا سے نظر نہ ہٹالی جائے۔آپ نے ہر ایسے کام کو دنیا قرار دیا جس میں للّٰہیت نہ ہو اور جو اپنے نفس وخودی کو

پیش نظر رکھ کر انجام دیا جائے کہ انسان کے وجود اور اس کے ہوائے نفس پر بھی اللہ کا اطلاق ہوسکتا ہے۔ترک ماسوی اللہ کو لا الہ کے مرتبہ میں رکھ کر حکم دیا کہ اقتضاء طلب حق یہی ہے کہ طالب الا اللہ کی جانب ایسا آئے کہ خود کلمۂ طیب کی معنوی تفسیر بن جائے اس لئے آپ نے ترک وجود ہی کو عمل صالح کہا۔

وطن کی محبت بھی بعض وقت مخالف قوت سے نبرد آزما ہوے اور دین کے لئے اپنی قربانی پیش کرنے سے روکتی ہے اس لئے ہجرت کا حکم صادر کیا اور ذکر دوام کی تاکید کر کے دنیا کی محبت پر خدا کی طلب کو غالب کرادیا۔علم ظاہر اور مسائل فقہ و منطق کی موشگافیوں میں مشغول رہنے سے منع فرمایا کہ انسان اس سے غرور و تکبر میں پھنس کر طلب جاہ میں پڑ جاتا ہے۔

مخلوق سے کسی قسم کا احتیاج رکھنے اور غیر اللہ سے سوال کرنے کی شدت سے ممانعت کی توکل اور انفاق فی سبیل اللہ مومن کو دین کی صحیح خدمت کے لئے سرفروشانہ جذبات عطا کرتے ہیں اس لئے آپ نے شخصی ملکیت سے روکا اور اعلان کیا ''مومن ذخیرہ نہیں کرتا' صادقوں کی صحبت ایک ایسے معاشرہ کی بنیاد ڈالتی ہے جو صالح افراد پر مشتمل ہو اور جن پر حزب اللہ کا اطلاق ہوسکے آپ نے ان قواعد کو منضبط کر کے ایک ایسی سوسائٹی اور برادری کی بنیاد ڈالی جس میں سب برابر برابر تھے نہ کوئی اونچا نہ کوئی پست باعمل کو مقبول اور بے عمل کو مردود ٹھہرا کر نسلی تفاخر اور نسبی تصور کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا' مساوات عمل سویت یعنی مساوی تقسیم دولت' مشترکہ محنت اور مشترکہ ملکیت کو ضروری قرار دے کر افلاس اور تنگدستی کو مٹانے کا ایک معقول حل پیش کیا اور جور و ظلم میٹ کر عدل و انصاف حقیقی قائم کر دیا اور حدیث کی یہ علامت آپ پر صادق آئی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ '' دنیا کی مدت پوری نہ ہوگی یہاں تک بھیجے اللہ میری اہل بیت سے ایک شخص کو جو میرا ہمنام ہوگا' بھر دیگا زمین کو عدل و انصاف سے جیسی کہ بھری ہوگی وہ جور و ظلم سے'' (مکتوب ملتانی)

آپ نے خدا تعالیٰ کے دیدار کی طلب اور اس کے عشق و محبت کی تعلیم سے عوام کی بصیرت

کھول دی اور بلاامتیاز شاہ وگدالوگوں میں ایک عملی روح پھونک دی۔ یہ آپ کے استقلال' اولوا لعزمی اوراخلاص ہی کا کرشمہ ہے کہ آپ نے اپنے ماحول پر ایک نہایت پاکیزہ اور تخلیقی اثر ڈالا اورایک ایسی جماعت وجود میں آئی جوتدبروتفکر فی القرآن' امر معروف ونہی عن المنکر نصرت دین محمدیؐ اور پابندی شرع کے سوا کوئی کام نہ رکھتی جس نے مال واسباب کوغرباء میں بانٹ کرمتوکلانہ زندگی اختیار کرلی تھی۔ جو ہمیشہ اللہ کے راستہ میں جان ومال کی قربانی کے لئے مستعدرہتی اور ایمان ومحبت الٰہی کے مقابلے میں ان کی نظر میں رشتہ داریاں اوروطن کی فانی الفتیں باقی نہ رہیں قید وبند' قتل وغارت' اخراج وایذا' اور دنیاوی لالچ نے اس کے کسی فرد کواپنے معتقدات سے متزلزل نہیں کیا۔

علوم رسمی سے ان کی ناواقفیت کے باوجودقرآن کا بیان اس کے حقائق اورمعرفت کے لطیف نکات جوبھی ان سے سنتاان ہی کا ہوکر رہ جاتا ہےاورمتوسط درجے کےلوگوں ہی کےنہیں بلکہ امیروں اور بعض ملکوں کے شاہوں اورشاہزادوں نے بھی اپنی امارت اورحکومت کوٹھکراکر فقیری کوترجیح دی۔ بڑے بڑے عالموں نے اپنی درسگاہوں کوچھوڑکراور بہت مشائخانِ عظام نے اپنی مشیخیت اورسجادگی کوخیر باد کہکر دائرہ کی زندگی کواختیارکرنے پرفخرمحسوس کیااور ہمیشہ غربت ومسافرت میں رہ کر **ان الدین بدآء غریب اوسیعود الدین کماء بدآء فطوبی للغرباء** کے مستحق قرار پائے یعنی ''دین غربت سے شروع ہوااورعنقریب ایسا ہی ہوجائے گا پس خوشخبری ہےغریبوں کے لئے۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معائنہ ملکوت' حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آرزوئے دیدار' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پہاڑی کا وعظ اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا واقعۂ معراج یہ سب انسان کواس کے علوکمال کے بتدریج حصول کی جانب آمادگی کا پہلو لئے ہوئے ہیں۔انجیل شریف میں آسمانی پادشاہت کا جوتذکرہ پایا جاتا ہے وہ حکومت اورسلطنت' مملکت دیدار کے حصول پرمنتج ہوتی ہے۔زبور میں خدانے اپنی زمین کا وارث اپنے صالح بندوں کوقرار دیا تھااورقرآن میں عطائے

خلافت کی خوشخبری سنائی تھی۔ بقول عارفانِ الٰہی ان ارض الله واسعة میں ارض سے مراد ارضِ دل ہے۔اور ارضِ دل کی وراثت کے مستحق فی الواقعی وہی پرہیز گار اور صالح بندے ہو سکتے ہیں جن میں نہ دنیا سے واسطہ رہے نہ آخرت سے کام وہ صرف اپنے خدا کے ہو رہیں سفر دانیال کی یہ پیشین گوئی کہ ''آسمان کا خدا ایک سلطنت قائم کرے گا جو ابد تک نابود نہ ہو گی'' (باب ۱۴ آیت ۳۰) خلافت باطنی کے حصول پر اُکسا رہی ہے جس کو کسی قسم کے زوال کا کوئی اندیشہ نہیں ورنہ دنیاوی پادشاہتیں روز بنتی اور بگڑتی ہی رہتی ہیں۔

یہ وہی پادشاہت ہے جس کو حضرت مہدی علیہ السلام نے اپنے بعد اپنے خلفاء کے ذریعہ قائم کیا اور فرمایا ''میرے بعد وہ اشخاص ہوں گے کہ ان پر دین قائم ہوگا جیسا کہ مصطفیٰ ﷺ کے بعد ہوا تھا لیکن وہ خلافت ظاہر سے متعلق تھی اور یہ باطن سے متعلق رہے گی'' (انصاف نامہ)

بمصداق ''**میراث سوختگاں به سو ختگاں می رسد**'' جب یہ اصحاب ٗعشق کی اس مملکت کے وارث قرار پائے تو فیض مہدیؑ کی نہریں ان کے دائروں سے پھوٹ پڑیں جن کی بھڑ بھڑاہٹ کو خود حضرت مہدی علیہ السلام نے سنا اور خوش ہو کر بہ طور پیشین گوئی کے فرمایا ''بندہ کے فیض کی نہریں بندہ کے صحابہ سے بڑے زوروں سے بہہ رہی ہیں جن کا شور بندہ کے کانوں میں آرہا ہے'' (سراج منیر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا ''میری امت مانند اس بارش کے ہے جس کی نسبت معلوم نہیں اس کا اول اچھا ہے یا آخر'' (مکتوب ملتانی) اس بارش نے قلوب میں وہ تازگی اور فرحت پیدا کردی کہ معرفت الٰہی کے پورے چمن زار ہرے بھرے ہو گئے۔ اس ابدی سلطنت سے مستفید ہونے اور اس کے برکات سے مستفیض کرنے کے لئے ایسے ایسے لوگ پیدا ہوئے اور ہوتے رہیں گے جن کی بشارت اس نقل مہدیؑ میں ہے ''**پس از من تا قیامت مهدی باشند**'' یعنی میرے بعد قیامت تک ہدایت یافتہ ہوتے رہیں گے۔ اور مہدی علیہ السلام کا فیض قیامت تک باقی رہے گا۔

☆☆☆☆☆

فقیری کی فضیلت

حضرت نبی کریم ﷺ کا لقب رحمۃ للعالمین ہے آپ کی رحمت اور شفقت قابل ملاحظہ ہے کہ آپ نے محض اپنی اُمّت پر آسانی کی خاطر فقر کو اختیار فرمایا اور اسی کو اپنا پیشہ بنالیا۔ فرماتے ہیں کہ" **لكل واحد حرفة وحرفتي اثنان الفقر والجهاد**" ہر ایک کے لئے ایک پیشہ ہے اور میرے لئے دو پیشے ہیں ایک فقر و درویشی دوسرے جہاد۔ نیز آپ نے جہاد اکبر کو جہاد اصغر پر مقدم رکھا اور ایک جہاد سے واپس ہوتے ہوئے فرمایا **رجعنا من الجهاد الاصغر الیٰ الجهاد الاكبر** ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف پلٹ آئے۔ پوچھا گیا جہاد اکبر کیا ہے فرمایا **هي مع النفس** " یہ نفس سے لڑنا ہے" یعنی اپنے نفس کو فقر و فاقہ پر مجبور کرنا اور بلاؤں پر صبر کرنا وغیرہ۔

فقر و درویشی آپ کے لئے لازم تھے اور آپ کے ساتھ لگے ہوئے تھے اور یہی بات آپ کو دل سے پسند بھی تھی آپ دعا فرماتے ہیں **اللهم احييني مسكيناً وامتني مسكيناً واحشرني في يوم القيامة في زمرة المساكين** یا اللہ مجھ کو مسکین جِلا مسکین مار اور قیامت کے دن مسکینوں کے ساتھ میرا حشر کر اور یہ بھی آپ کی دعا ہے کہ **اللهم توفني فقيراً ولا توفّني غنياً** " یا اللہ مجھے فقیر مار غنی مت مار"

آپؐ کے فقر کا عالم یہ ہے کہ ایک روز حضرت فاطمہؓ روٹی پکا کر آپ کے روبرو لائیں آپ نے فرمایا کیا ہے عرض کیا میں نے روٹی پکائی تھی میرا جی خوش نہیں ہوتا جب تک حضورؐ کے لئے نہ لاؤں۔ فرمایا یہ پہلا طعام ہے جو تین دن کے بعد تیرے باپ کے منہ میں جاتا ہے۔ (مصابیح) ایک مرتبہ عید کے دن بی بی عائشہؓ نے حضرت رسول اللہ ﷺ سے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ کو معلوم ہے آپ کے سب بیبیوں کے یہاں عید کے دن کچھ کھانے کو نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ خوش ہوئے اور فرطِ خوشی سے سر ہلاتے تھے اور ہر دفعہ فرماتے تھے **آلان تم نعمتي**

وآلان استکمل فقری میری نعمت پوری ہوگئی اور میرا فقر کمال کو پہنچ گیا۔ عائشہ تم کیوں غمناک ہوتی ہو انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس امر سے میں خوش ہوں (نافع المسلمین)

یہ حال آپ کا ہمیشہ رہا اکثر آپ کے گھر میں فاقہ رہتا تھا۔ بی بی عائشہؓ فرماتی ہیں کہ چالیس چالیس دن گذر جاتے تھے اور ہمارے گھر میں چولہا نہیں سُلگتا تھا۔ ایک مرتبہ آپ نے اصحاب سے فرمایا ''بخدا دو مہینے ہوئے کہ تمہارے پیغمبر کے گھر سے کھانا پکانے کے لئے نہ چولہا سلگا نہ دھواں اٹھا''

ایک مومن کے لئے ضروری ہے کہ وہ بلا فقر کو اپنے لئے لازم کر لے کیونکہ محبت الٰہی کی شرط بلا اور حضرت نبی کریم ﷺ کی محبت کی علامت فقر ہے۔ خود آنحضرت ﷺ نے اپنی اتباع کی علامت فقر کو قرار دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں ''مومن کی مثال ایسی ہے جیسے کھیتی جس کو مختلف ہواؤں کے جھونکے ہر وقت حرکت دیتے رہتے ہیں اسی طرح مومن کو بھی کچھ نہ کچھ بلائیں پہنچتی رہتی ہیں۔ منافق کی مثال ایسی ہے جیسے صنوبر کا درخت جب اس کا وقت آتا ہے تو ایک دفعہ جڑ سے اُکھاڑ کر ہی پھینک دیا جاتا ہے (ترمذی) نیز فرمایا قیامت کے دن جب اہل بلا کو ثواب دیا جائے گا تو اہل عافیت اس امر کی تمنا کریں گے کہ کاش دنیا میں ان کو بھی تکلیفیں پہنچتیں اور ان کے جسم کو قینچیوں سے کاٹ کاٹ کر بوٹی بوٹی کر دیا جاتا (ترمذی)

اس بلا کو اپنے لئے لازم کر لینا بجز فقر کے ممکن ہی نہیں کہ اس کی وجہ سے انسان خود دنیا اور اہل دنیا سے کٹ جاتا ہے اور آفات و مصائب اس کو گھیر لیتے اور بلائیں اس کو اپنا نشانہ بنانے لگتی ہیں اس میں اس کے دین کی آزمائش ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے سب سے زیادہ انبیاءؑ پر بلائیں اور مصیبتیں نازل ہوتی ہیں پھر ان پر جو مرتبہ میں انبیاءؑ کے بعد ہیں اسی طرح درجہ جس قدر مرتبہ کم ہوتا جاتا ہے اسی طرح بلائیں کم ہوتی جاتی ہیں۔ آدمی اپنے دین کے موافق مصائب میں مبتلا کیا جاتا ہے جس قدر آدمی دین میں پختہ ہوگا اسی قدر اس پر بلائیں آئیں گی۔

دین میں ہلکا ہوگا تو بلائیں بھی کم نازل ہوں گے۔ بلا بندہ پر سے گذر جاتی ہے اور وہ زمین پر گناہوں سے پاک وصاف ہو کر چلتا ہے اس پر کوئی گناہ باقی نہیں رہتا۔

یہ خدائے تعالیٰ کی اپنے بندوں پر خاص مہربانی ہے کیونکہ رب تعالیٰ اپنے بندوں پر ماں باپ سے سو حصہ سے زیادہ مہربان ہے اس میں سے ایک حصہ دنیا میں ہے اور ننانوے آخرت میں جس کی تقسیم اس طرح ہے کہ نو حصہ تمام مخلوق پر اس کی مہر ہوگی جس کو دیکھ کر کافر ومشرک بھی بخشش کی امید کرنے لگیں گے اور نوے حصہ اس کی مہر کے فقراء میں تقسیم ہوں گے۔

حدیث ہے کہ ''فقراء کے لئے اللہ کے پاس بڑا اجر ہے'' نیز یہ کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں۔فقرائے صابرین کے لئے اللہ کے پاس بلا حساب اجر ہے۔اور فرمایا جس کو خدا نے فقر دیا اور وہ اس پر راضی ہوا اور اللہ کا گلہ کسی سے نہ کیا وہ ایسا ہے کہ اس نے دو جہاں کی بھلائیاں حاصل کرلیں۔آپ نے فقر کو غنا سے بہتر قرار دیا اور فرمایا فقراء کی بزرگی اغنیاء پر ایسی ہے جیسے میری بزرگی ساری مخلوق پر۔نیز یہ بھی ارشاد ہوا کہ ''جو فقیر فقر پر راضی ہے ہر دن اس کے لئے ایک شہید کا اجر ہے اور اس کے لئے قیامت کے دن سخت عذاب سے امن ہے۔

احادیث نبوی ﷺ فقیری کی فضیلت اور فقیروں کی توصیف سے بھری پڑی ہیں۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں ''بہت بڑے دوست اللہ کے نزدیک فقیر ہیں اور سب سے بڑھ کر پیغمبر ہیں اور اللہ نے ان کو فقر میں مبتلا کیا ہے۔آپ نے فقر کو آخرت کی زینت قرار دیا اگرچہ کہ وہ دنیا میں عیب ہے اور حضرت بلالؓ کو تاکید فرمائی کہ ''اے بلالؓ جہد کرتا کہ دنیا سے درویش ہو کر جائے نہ کہ تونگر''

اور فرمایا ''فقراء قیامت کے دن اللہ کے جلیس ہوں گے اور درویش عیال دار کی نسبت ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کو بہت دوست رکھتا ہے۔

فقیر ہر وقت خدا کے لطف وکرم اور عطا وبخشش سے مستفید ہوا کرتا ہے اس کا صبر اس کو

مختلف طریقے سے اجر وثواب کا مستحق بنادیا کرتا ہے۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں جو مسلمان فقیر ایک بازار سے دوسرے بازار میں گذرتا ہے اور اس کا دل کسی چیز کو چاہتا ہے اور پیسہ نہیں رکھتا کہ اس کو خریدے پس اس کا صبر کرنا ہزار درہم صدقہ کرنے سے بہتر ہے"

یہ سب اس لئے کہ فقیری کی اللہ کی نظر میں نہایت درجہ حرمت ہے اور تمام بندوں میں یہ بندہ اللہ کو محبوب ہے حدیث میں ہے کہ مومن فقیر کی حرمت حق تعالیٰ کے نزدیک ساتوں آسمانوں اور زمین اور فرشتوں اور جنگل اور پہاڑوں اور جو کچھ اس میں ہے سب سے بڑھ کر ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک بار عرض کیا تھا کہ بارالٰہ آپ کو کون بندے محبوب ہیں بتلایئے تاکہ میں ان سے محبت کروں ارشاد ہوا کہ "فقیر ہیں کہ لوگ پاس بھی نہ کھڑا ہونے دیں"

اس طرح یہ روایت بھی ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ اے اسماعیل مجھے شکستہ دل لوگوں کے پاس ڈھونڈا کرو۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے دریافت کیا بار الٰہ وہ کون لوگ ہیں ارشاد ہوا کہ "صابر فقیر" (اربعین)

وہ تارک الدنیا فقیر جو خدا کی یاد میں مستغرق اور ذکر کے دونوں وقت (صبح وشام) کی حفاظت کیا کرتے ہیں ان کی فضیلت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کو ایسے لوگوں کے متعلق خدا کا یہ ارشاد ہوا ہے **لا تطرد الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی** تو ان لوگوں کو دور نہ کر جو صبح وشام خدا کو پکارتے ہیں یعنی دونوں وقت ذکر میں رہتے ہیں۔ونیز ارشاد باری ہے **واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی** صبر کر اور اپنے نفس کو روک رکھ ان لوگوں کے ساتھ جو اپنے رب کو صبح وشام پکارتے ہیں اور اس کی یاد میں رہتے ہیں" یہ آیات شریفہ اصحاب صفہ کی شان میں نازل ہوئی ہیں جو فقیر تھے اور کسی قسم کا بھی کسب معیشت ان کا پیشہ نہ تھا بلکہ ہمیشہ عبادت میں لگے رہتے اور دنیا کا کوئی کام نہ کرتے پس جو شخص فقیر ہو کر اپنے آپ کو عبادت الٰہی کے لئے وقف کردے وہ بھی ان آیات کا مصداق قرار

پائے گا۔

خدائے تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں آزمائش کے لئے بھیجا ہے جیسا کہ **لیبلو کم ایکم احسن عملاً** سے ثابت ہے جو آزمائش میں پورا اترا اس کے لئے خدا نے جنت رکھی ہے ورنہ پھر اس کی نجات کا امکان معرض خطر میں پڑ جاتا ہے۔ حصول جنت کے لئے فقیری سے بڑھ کر آسان کوئی دوسرا طریقہ نہیں۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے اکثر اہل جنت محتاجوں کو دیکھا ہے نیز فرمایا کہ میری امت کے فقراء سب سے پہلے جنت میں جائیں گے۔ آپ فرماتے ہیں اگر بہشت کے آرزومند ہو تو دنیا چند روزہ ہے گزار لو اگر دنیا چاہتے ہو تو یہیں مل جائے گی۔

آنحضرت ﷺ نے یہ بھی خبر دی ہے کہ تین آدمی بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے ایک وہ جس نے کپڑا دھویا اور دوسرا کپڑا اس کے پاس نہیں کہ پہنے اور دوسرا وہ کہ اس کا چولہا کبھی گرم ہی نہیں ہوتا اور تیسرا وہ ہے کہ کسی سے پانی طلب کرے اور کوئی اس کو جواب نہ دے کہ کیا چاہتا ہے۔

اللہ اکبر فقیری کی شان کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں ''فقرائے مومنین جنت میں ہوں گے جن کی صفت یہ ہے کہ اگر صبح کو ملا تو رات کو فاقہ قرض مانگے تو نہ ملے'' ستر ڈھانکنے سے زیادہ ان کے پاس کپڑا نہیں۔ اور کسب معیشت پر قادر نہیں اس حالت میں وہ صبح سے شام اور شام سے صبح کرتے ہیں اور اپنے پروردگار سے راضی ہیں کسی سے شکایت نہیں کرتے ایسے لوگ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے اپنا انعام کیا ہے اور وہ نبیوں، صدیقوں و شہیدوں اور صالحوں سے ہیں۔

توانگری سے فقیری کے بہتر ہونے کا اثبات اس حدیث سے ملتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''میری امت کے درویش توانگروں سے پانچ سو برس پہلے جنت میں جائیں گے'' اور

دوسری حدیث میں چالیس سال آئے ہیں۔

جنت کی بادشاہت کا (جس کو انجیل شریف میں آسمانی بادشاہت کہا گیا ہے) استحقاق صرف فقراء ہی کو حاصل ہے۔ ان کے فقر وفاقہ نے ان کو اس مرتبہ پر فائز کیا ہے۔ آنحضرت سرور کائنات ﷺ کا ارشاد ہے "کیا میں تم کو خبر نہ دوں کہ جنت کا پادشاہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں یا رسول اللہ ﷺ بتائیے فرمایا بہشت کے بادشاہ فقیر ہیں کہ غنی ان کو بیٹیاں نہیں دیتے اور اگر کوئی مر جائے تو پروا نہیں کرتے اور بعض ان میں ایسے ہیں کہ اس کی حاجت اور غرض دل کی دل ہی میں رہ جاتی ہے کس سے کہے کہ اس کی صورت سوال دیکھ کر لوگ منہ پھیر لیتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ کے نزدیک ان کا یہ مرتبہ ہے کہ اگر وہ کسی بات پر قسم کھا بیٹھیں تو ویسا ہی ہو یعنی اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو سچا کر دیتا ہے"

جو لوگ فقیروں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ان کی اہانت کرتے ہیں ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ وہ ایک گناہ عظیم کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اس خصوص میں آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد مبارک ہے کہ جس نے فقیر کی اہانت کی اس کے فقر کے سبب اور مالداروں کا اکرام ان کے غنا کے باعث کیا تو وہ ملعون ہے میری شفاعت اس کو نصیب نہ ہوگی"

عام انسانوں کی نظر میں دنیاوی مال و دولت بڑی اہمیت رکھتی ہے مگر آخرت میں یہ دولت کام نہ آئے گی سوائے اس مال کے جو خدا کے راستہ میں خرچ کیا گیا ہو اور فقراء کی خدمت اس کے ذریعہ کی گئی ہو آخرت میں صاحب دولت فقرا ہی ہوں گے۔ یہی بات آنحضرت ﷺ کے فرمان سے معلوم ہوتی ہے۔ آپ مالداروں کو نصیحت فرماتے ہیں "فقراء سے دوستی زیادہ رکھو ان کے پاس بیٹھا کرو کہ وہ صاحب دولت ہیں" لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ کیوں کر صاحب دولت ہیں؟ آپ نے فرمایا "جب قیامت قائم ہوگی فقرا سے کہا جائے گا کہ تم کو جن جن لوگوں نے کھانا، کپڑا اور پانی دیا ہے ان کو تلاش کرو اور ان کے ہاتھ پکڑو اور بہشت میں لے جاؤ"

فقراء کا ان بشارتوں سے ممتاز اوران مراتب پر فائز ہونے کا اصل سبب یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے عمل میں خلوص ہوتا ہے اور وہ محض رضائے حق کے طلب گار ہوتے ہیں کیونکہ دنیا کو تو انہوں نے ترک کر دیا ہے اور ریا یا دکھاوا یا دنیا کا کوئی فائدہ ان کے پیش نظر نہیں رہتا۔ حضرت امام غزالیؒ لکھتے ہیں اخلاص کے معنی یہ ہیں کہ نیت صرف ایک ہی شئے کی ہو یعنی عمل کا محرک یا صرف رضائے حق ہو ان دونوں پر اخلاص کے معنی صادق آتے ہیں کیونکہ خالص اسی چیز کو کہتے ہیں جس میں کسی دوسری چیز کی آمیزش نہ ہو مگر اصطلاح شرع میں اخلاص کے یہ معنی ہیں کہ محض خدائے تعالیٰ کی ذات مقصود ہو۔ کیونکہ ماسوی اللہ کی جانب میلان اور قصد کرنے پر شرعاً اخلاص کا اطلاق نہیں ہوتا جس طرح الحاد کے معنی مطلق میلان کے ہیں چاہے بھلائی کی جانب ہو یا برائی کی جانب مگر شرعاً صرف باطل کی جانب میلان ہونے کا نام الحاد ہے۔ اسی طرح عبادت سے مقصود اگر عبادت ہے تب تو اخلاص کہلائے گا اگر اس میں ریا اور دکھاوے کی آمیزش ہے یا عبادت کے ضمن میں کسی فائدہ کا بھی ارادہ شامل ہے تو اس کو اخلاص نہیں کہیں گے'' (اربعین)

آنحضرت ﷺ نے دنیا کی محبت کو تمام گناہوں کا سر قرار دیا ہے جس نے دنیا کو ترک کر کے فقر و فاقہ کا پیشہ اختیار کر لیا اس کو تمام گناہوں سے توبہ نصیب ہوگئی۔ عام لوگوں کی توبہ ظاہری گناہوں سے ہوا کرتی ہے اور صالحین کی توبہ باطنی گناہوں اور مذموم اخلاق سے ہوتی ہے اور متقین کی توبہ اس غفلت سے ہوتی ہے جس نے ذکر الٰہی کو کسی لحظہ بھلا دیا تھا اور عارفین کی توبہ اس مقام سے جس پر پہنچے ہوئے ہیں مگر اس کے مافوق دوسرا مرتبہ ہے جس پر ان کو پہنچنا ہے اور چونکہ حق تعالیٰ کے قرب کے مراتب و مقامات غیر متناہی اور بے شمار ہیں اس لئے عارفین توبہ کا کوئی منتہیٰ نہیں ہے اور نہ اس کے خاتمہ کا کوئی وقت معین ہے'' اور یہ توبہ اس کے لئے مقدر ہے جو حضرت امام مہدی موعود علیہ السلام کے فرمان ''ورائے ترک دنیا ایمان نیست'' کو پیش نظر رکھ کر دنیا سے علیحدہ ہو جاتا اور ''خدا کی ذات کو ایمان'' سمجھ کر حصول دیدار کی جدوجہد میں لگا رہتا ہے۔

☆☆☆☆☆

مہدوی کی نماز

نماز اسلام کا سب سے اہم فرض ہے۔خدا تعالیٰ نے کلام پاک میں جا بجا اس کی ادائی کا حکم دیا ہے۔اور حضرت نبی کریم ﷺ نے اس کو دین کا ستون ٹھیرایا ہے۔جس کا مطلب یہی ہے کہ جس نے اس کو منہدم کیا اس نے اپنا دین آپ غارت کرلیا۔ **من ترک الصلاۃ متعمدا فقد کفر** سے واضح ہے کہ ترک نماز کا فعل ایمان سے باہر کر دیتا ہے۔اس لئے آنحضرت ﷺ نے اس کو''ایمان کی روح'' فرمایا ہے(بیہقی)اور بھی بہت سی حدیثیں نماز کی فضیلت کے متعلق حضرت سرورکائنات ﷺ سے مروی ہیں جیسے کہ آپ نے فرمایا''نماز جنت کی کنجی ہے''(مشکواۃ)اور فرمایا''نماز ہر عمل سے بہتر ہے''(بخاری) نیز فرمایا''نماز تمام نیکیوں کی کنجی ہے''(ابوداؤد)ایک مسلمان کے لئے کسی وقت بھی کسی حال میں اس کو ترک کرنا جائز ہی نہیں ہے۔دیگر فرائض کے جیسا ترک نماز کے لئے کوئی عذر مقبول نہیں ہوتا۔سوائے جنون اور بیہوشی کے۔عذر کے رفع ہونے پر اس کی قضا لازم ہو جاتی ہے۔

عقلمند وہی ہے جو اس اہم فرض کی ادائی میں ہمیشہ مستعد رہے۔اور اس کو تمام ارکان وشرائط کے ساتھ پوری پوری توجہ سے ادا کرے تا کہ بارگاہ الٰہی میں اس کی مقبولیت کی امید کی جاسکے۔

پس یہ فرض جتنا اہم ہے اتنا ہی نازک بھی ہے ذرا سی غفلت اور بے توجہی بھی نماز میں فساد پیدا کر کے اس کو نا قابل قبول بنا دیتی ہے۔اس لئے اس میں باریک بینی نہایت ضروری ہے تا کہ نماز قبولیت کا درجہ حاصل کر سکے۔اس لئے ایک مومن ہمیشہ اس بات کی کوشش کرتا ہے وہ اپنی نماز ایک ایسی شخصیت کے پیچھے ادا کرے جس کے مقبول بارگاہ الٰہی ہونے کا اس کو یقین حاصل ہے۔گروہ مقدسہ میں پہلے لوگ اپنے اپنے مرشدین کی اقتداء میں نماز کی ادائی کے سخت

سے پابند ہوتے تھے۔ کیونکہ مرشد کا جو مقام ہے اس کو ایک عارف باللہ ہی اچھی طرح جان سکتا ہے۔ لیکن امتدادِ زمانہ نے کچھ ایسی کایا پلٹی کہ لوگوں کی نظر میں نماز کی کوئی اہمیت ہی باقی نہیں رہی۔ لوگ صرف نماز پڑھنا جانتے ہیں لیکن اس میں حزم واحتیاط سے کام نہیں لیتے۔

وہ کام جس میں نہ ہو احتیاط خوب نہیں
وہ بات جس میں نہ ہو فکر وہ مرغوب نہیں

عقائد سے ناواقفیت کے باعث بعض مہدوی منکر مہدی کے پیچھے نماز پڑھ لینے میں کوئی قباحت نہیں سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ہر اُس مہدوی کا جس کو حضرت سید محمد جونپوری علیہ السلام کی امامت اور مہدیت پر یقین کامل ہے یہ فرض ہے کہ وہ فرمودات مہدیؑ پر عمل پیرا رہے۔ کیونکہ آپ کا فرمان ہے کہ ’’ہر حکم جو میں بیان کرتا ہوں خدا کی طرف سے اور خدا کے حکم سے بیان کرتا ہوں۔ جو شخص ان احکام سے ایک حروف کا بھی منکر ہو خدا کے پاس ماخوذ ہوگا‘‘ (انصاف نامہ)

نماز کے تعلق سے حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے اپنے متبعین سے صاف طور پر فرمایا ہے کہ ’’منکران مہدی کے پیچھے نماز مت پڑھو اگر پڑھ لی ہے تو پھر لوٹا کر پڑھو‘‘ (عقیدہ شریفہ) جب حضرت مہدیؑ کا قیام ٹھٹھہ (سندھ) میں تھا بعض اصحاب کسی ضرورت سے شہر میں گئے۔ اور انہوں نے نماز فرض مخالف مہدیؑ کے پیچھے پڑھ لی۔ حضرت مہدی علیہ السلام نے ان کی نماز کو لوٹا کر پڑھنے کا حکم دیا ہے (انصاف نامہ) اصحاب حضرت مہدی علیہ السلام کا بھی اس امر پر اتفاق ہے کہ منکران مہدیؑ کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہئے (انصاف نامہ) موضع بھدرے والی میں بندگی میاں سید خوندمیر صدیق ولایتؓ میاں شاہ نعمتؓ بندگی میاں شاہ نظامؓ بندگی میاں ملک جیؒ بندگی میاں ابوبکرؓ بندگی میاں سید سلام اللہ اور دیگر اصحاب رضی اللہ عنہم نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ ’’جو شخص منکر مہدی کے پیچھے نماز پڑھے ہم اس کو خارجی کہیں گے‘‘ ایک دفعہ شہر نہروالہ میں مغرب کے وقت شیخ احمد معلم امامت کے لئے آگے بڑھا تو بندگی میاں سید خوندمیرؓ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر پیچھے کر دیا اور فرمایا ’’تم منکرِ مہدیؑ ہو تمہاری اقتداء میں نماز جائز نہیں ہے‘‘۔ اسی طرح

ایک بار میراں سید محمودؓ کی مجلس میں ایک معلم نے امامت کی خواہش کی۔اہل دائرہ میں کسی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر پیچھے کر دیا اور کہا ''تم منکر مہدی ہو تمہاری اقتداء میں نماز جائز نہیں ہے (نقلیات میاں عبدالرشیدؓ)

منکر مہدی کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کی جو خاص وجہ سمجھ میں آتی ہے وہ یہی ہے کہ وہ کافر ہے۔حدیث صحیح ہے کہ حضرت رسول خدا ﷺ نے فرمایا **من انکر المھدی فقد کفر** (ہدایت الکلام) قرآن مجید میں بھی آیت'' **افمن کان** '' کے تحت جو حضرت مہدی علیہ السلام کی شان میں ہے منکر مہدی کے لئے دوزخ کا وعدہ کیا گیا ہے۔جیسا کہ **وَمَن يَّكۡفُرۡ بِهٖ مِنَ الۡاَحۡزَابِ فَالنَّارُ مَوۡعِدُهٗ**(سورۂ ھود آیت ۱۷) سے ظاہر ہے یعنی جو دیگر فرقوں سے اس مہدی کا انکار کرے گا اس کے لئے آگ دوزخ کا وعدہ ہے۔نیز منکر مہدی کے کافر ہونے کے بارے میں حضرت مہدی علیہ السلام کی بہت سی نقول ہیں۔آپ نے اپنی ذات کے انکار کو صاف الفاظ میں کفر کہا ہے اور کبھی یہ فرمایا کہ'' میرا انکار خدا کا اور قرآن کا اور رسول خدا کا انکار ہے'' اور کبھی فرمایا کہ'' میرا انکار تمام پیغمبروں کا اور ان کی کتابوں کا انکار ہے'' اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ آپ نے جو کچھ کہا یا کیا وہ خدا کے حکم اور قرآن وسنت نبی ﷺ کی روشنی میں کہا یا کیا ہے۔اور آپ کی تعلیم پیغمبروں اور ان کی کتابوں کا خلاصہ ہے۔پس آپ کا انکار یقیناً کفر قطعی ہے۔کیونکہ اس سے ان سب باتوں کا انکار لازم آ رہا ہے۔ایک مہدوی کو اگر وہ فی الواقعی مہدوی ہے یہ فیصلہ خود کر لینا چاہئے کہ آیا منکر مہدی کافر ہے یا نہیں اور جب اس کا یہ حال ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیا معنی؟

ائمہ کے نزدیک صحت نماز صحت اقتداء کے لئے امام میں اعتقاد کی پاکی بھی ضروری ہے۔جس کے نہ ہونے سے نماز کے درست ہونے پر اثر پڑتا ہے۔باطنی پاکی یا فساد اعتقاد کے متعلق ایک ضابطہ یہ قرار دیا گیا ہے کہ جس شخص میں جو نقص اعتقاد پایا جائے اگر وہ ایسا ہے کہ اس سے وہ شخص کافر نہیں ہوتا تو اس شخص کی اقتداء مع الکراہت جائز ہے اگر وہ فسادِ اعتقاد ایسا ہے کہ اس

سے کفر لازم آ جاتا ہے تو ایسے شخص کی اقتداء میں نماز جائز نہیں ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اس سے وہ شخص اگر کافر نہیں ہو جاتا تو اس کے پیچھے نماز مع الکراہت جائز ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو جائز نہیں ہے۔

اسلامی فرقوں سے کوئی فرقہ بھی کافر کے پیچھے نماز کے جائز ہونے کا قائل نہیں۔ چنانچہ کفایہ شرح ہدایہ (فقہ حنفی) میں لکھا ہے۔ ''جہمی اور قدری جو قرآن کے مخلوق ہونے کا قائل ہے اور وہ غالی رافضی جو ابو بکر صدیقؓ کی خلافت کا منکر ہے تو اس کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ (کشف الغطاء) اسی طرح منتہی شرح وفایق (فقہ حنبلی) میں صراحت ہے کہ '' کافر کے پیچھے نماز صحیح نہیں ہوتی۔ اگر چہ اس کے کفر پر لاعلمی ہو کیونکہ کافر کی نماز اپنی ذات کے لئے تو صحیح ہے لیکن غیر کے لئے صحیح نہیں۔ خواہ وہ اصلی کافر ہو یا کسی بدعت وغیرہ کی وجہ سے مرتد ہو'' (ایضاً) اسی کتاب میں ہے '' فاسق کی امامت مطلق صحیح نہیں ہے خواہ اس کا فسق اعتقاد کے لحاظ سے ہو یا محرمات کے ارتکاب کی وجہ سے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ط لَا يَسْتَوٗنَ ۝ (سورۃ السجدہ آیت ۱۸) جو مومن ہے کیا وہ فاسق کے جیسا ہوگا۔ یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے'' (ایضاً) اور بلغتہ السالک (فقہ مالکی) میں لکھا ہے۔ امام کے لئے اسلام شرط ہے پس کافر کے پیچھے نماز صحیح نہیں ہے۔ اگر چہ اقتداء کے وقت اس کا کفر معلوم نہ ہو'' (ایضاً) اور نہایت المحتاج (فقہ شافعی) میں وضاحت ہے کہ اس شخص کی اقتداء صحیح نہیں جس کی نماز باطل ہونا معلوم ہو جیسے اس کے کافر یا حدث (بے وضو) ہونے کا علم ہو یا باطل ہونے کا ظن غالب ہو'' (ایضاً) اسی طرح کتاب فقہ علی المذاہب الائمۃ الاربعہ میں صراحت ہے کہ جماعت صحیح ہونے کی چند شرطیں ہیں جن میں سے اسلام بھی ہے۔ پس کافر کی امامت درست نہیں ہے (ایضاً)

ہدیۃ المہدی (اہل حدیث) میں لکھا ہوا ہے '' بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنے کی ممانعت کراہت پر محمول ہے۔ بشرطیکہ اس کی بدعت کفر تک نہ پہنچے۔ ورنہ اس کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔ (ایضاً)

شیعہ بھی اس امر کے قائل ہیں کہ ''اہل حق (شیعہ) کے مخالف اور مجہول اور فاسق اور غیر مختون (جس کی ختنہ نہ ہوئی ہو) اور ولد الزنا اور نابالغ اور مجنون شخص کی اقتداء جائز نہیں ہے۔ (کشف الغطاء بحوالہ ہدیۃ الہدایہ فقہ شیعہ) اور وسائل الشیعہ میں لکھا ہے'' محمد بن علی بن جلبی نے حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے'' اس شخص کے پیچھے نماز نہ پڑھو جو تم کو کافر کہے اور نہ اس کے پیچھے پڑھو جس کو تم کافر جانتے ہو'' (کشف الغطاء) اور مفتاح الشفاعت (فقہ شیعہ) میں درج ہے کہ فرمایا جناب صادق علیہ السلام نے کہ'' نہ پڑھو نماز پیچھے غالی کے۔ ہر چند مثل تیرے قول کے کہتا ہو اور پیچھے مجہول کے اور جس کا فسق ظاہر ہو اور ہر چند میانہ رو ہو'' اور فرمایا انہیں حضرت نے کہ'' نہ پڑھ نماز پیچھے اس شخص کے جو شہادت دے تجھ پر کفر کی اور نہ پیچھے اس کے جس کے کفر کی تو شہادت دے'' (ایضاً)

ان احکام سے ثابت ہو رہا ہے کہ قریباً تمام اہل مذاہب کے نزدیک کسی ایسے شخص کے اقتداء میں نماز جائز نہیں ہے جس پر موجبات کفر پائے جانے سے کفر کا اطلاق ہوتا ہو۔ اور فقہ حنبلی وفقہ شافعی میں تو فاسق کی اقتداء بھی ناجائز ہے حالانکہ فسق تو کفر کے برابر کا مذہبی جرم نہیں ہے۔

صحبت کے اس لزوم کی وجہ جو حضرت مہدی علیہ السلام نے ہم پر عائد کی ہے کوئی مہدوی ایسا نہ ہوگا جس نے کسی مرشد سے بیعت نہ کی ہو۔ جب ایسا ہو تو ہر اس مہدوی کو جو کسی نہ کسی مرشد سے وابستہ ہے یہ غور کرنا چاہئے کہ اس نے بوقت بیعت مرشد کے آگے کس بات کا اقرار کیا ہے۔ کیا اس سے یہ اقرار نہیں لیا گیا کہ'' مہدی موعود آئے اور گئے مانا سو مومن نہیں مانا سو کافر'' ایک ناقابل اعتبار شخص اور بزدل آدمی کے سوا جس کی زمانے میں کوئی وقعت ہی نہیں کوئی شخص بھی اپنے اقرار سے پلٹنے اور اپنی زبان کے خلاف عمل کرنے کو گوارہ نہیں کرے گا۔ بالخصوص ایسی حالت میں جب کہ بیعت ایک حلفیہ معاہدہ کی حیثیت رکھتی ہے لوگ تو بیعت کر کے اپنی جانیں قربان کر دیتے ہیں لیکن افسوس اس شخص پر ہے جو بیعت میں ایک بات کا اقرار کرتا ہے اور پھر خود ہی اس کے خلاف عمل پیرا بھی ہو جاتا ہے ایسے آدمی کی بیعت یا قول وفعل کا کیا اعتبار؟ جب ایسے

شخص کا دنیا ہی میں یہ حال ہے تو خوف ہے کہ کہیں آخرت میں بھی اس کی مٹی پلید نہ ہو جائے۔

قرآن مجید میں حضرت مہدی علیہ السلام کی نسبت جو پیشین گوئی درج ہے اس کے الفاظ یہ ہیں ''مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْم'' (سورۂ مائدہ آیت ۵۴) یہاں جس قوم کا ذکر ہے وہ قوم مہدی علیہ السلام کی ہے اور اس کا ظہور اس وقت ہو رہا ہے جب کہ لوگ اپنے دین سے پلٹ جائیں گے یعنی دنیا میں ایمان ہی باقی نہیں رہے گا۔ بعثت مہدی کے بعد از سر نو ایمان ان کو عطا ہو گا جو مہدی کے دعویٰ کو قبول کر لیں گے۔ حضرت مہدی علیہ السلام فرماتے ہیں'' خدائے تعالیٰ نے اس بندہ کو مہدی کر کے اس وقت بھیجا جب ساری دنیا سے دین اٹھ گیا تھا۔ البتہ مجذوبوں میں باقی تھا (انصاف نامہ) حضرت مہدی علیہ السلام کی بعثت کے وقت اہلِ اسلام کی حالت خود ایسی تھی کہ ان کے تمام امور مثلاً امامت، قضاءت، حفظ قرآن، حصول علم، جہاد وغیرہ جملہ دینی امور برائے دنیا رہ گئے تھے۔ اس حیثیت سے وہ معنوی طور پر دین سے پلٹے ہوئے تھے۔ اور آج تک مخالفانِ مہدی کی یہی حالت ہے۔ خود حضرت مہدی علیہ السلام فرماتے ہیں'' خدائے تعالیٰ نے بندہ کو اس وقت بھیجا کہ تمام دنیا میں دین کے کام دنیا کے لئے ہو رہے تھے۔ نماز، روزہ، حج، قرآن اور مشائخی سب نام نصیب دنیا کے لئے ہو گئے تھے۔ خدا کے واسطے کوئی شخص عمل نہ کرتا تھا بندہ کو خدائے تعالیٰ نے اس لئے بھیجا کہ لوگوں کو خدا کا راستہ دکھائے'' (نقلیات میاں سید عالم) ایسی صورت میں کسی مخالف کے پیچھے نماز پڑھنا ایک دیندار کا بے دین کی اقتداء کرنا ہے۔

حضرت رسول اللہ ﷺ کی چند حدیثیں ایسی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض ایسے بھی لوگ ہیں جن کی نماز قبول نہیں ہوتی جیسے کہ آپ نے فرمایا'' بدعتی مرد و عورت کی نماز قبول کرنے سے اللہ تعالیٰ نے انکار کر دیا ہے'' (ابن ماجہ) نیز فرمایا'' گناہوں اور بے ہودہ عادتوں کو نہ چھوڑنے والو کی نماز نہیں ہوتی'' (تفسیر ابن کثیر) نیز ارشاد ہوا'' شرابی کی نماز بارگاہ الٰہی میں قبول نہیں ہوتی'' (نسائی) پس جب ایک بدعتی اور غلط کار کی نماز قبولیت کا درجہ حاصل نہیں کر سکتی تو

پھر ایک غیر مومن اور معنوی حیثیت سے بے دین کی نماز کو نماز سمجھنا اور اس کی اقتداء کرنا سخت ترین غلطی ہے۔ جب کہ حضرت مہدی علیہ السلام نے خصوصیت سے ''**من اتبعنی فھو مومن**'' فرمایا ہے یعنی ''جس نے میری اتباع کی وہی مومن ہے'' (نہ کہ غیر)

نماز کے لئے جو ضروری شرائط ہیں ان میں ایک شرط طہارت ہے۔ حضرات امام غزالیؒ نے طہارت کے چار درجے بیان کئے ہیں۔ پہلا درجہ باطن دل کو ماسوی اللہ سے پاک کرنا' دوسرا درجہ حد تکبر یا حرص عداوت' رعونت وغیرہ واخلاق ناپسندیدہ سے دل کو پاک کرنا' تیسرا درجہ غیبت' جھوٹ' حرام کھانا' خیانت کرنا' نامحرم عورت کو دیکھنا اور جو گناہ ہیں ان سے جوارح یعنی ہاتھ پاؤں وغیرہ ظاہری اعضاء کو پاک رکھنا' چوتھا درجہ کپڑے اور بدن کو نجاست سے پاک رکھنا (کیمیائے سعادت)

حضرت امام موصوفؒ نے گناہ ظاہری و باطنی کو بھی گندگی میں گنا ہے اور ظاہر ہے کہ کفر گناہ سے بھی بڑھ کر نجس ہے۔ جو شخص ایسی نجاست میں مبتلا ہوگا کیا اس کے تعلق سے یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ اس کی نماز بارگاہ خداوندی میں مقبول ہوگی؟ عارفانِ الٰہی کے پاس نجاست ظاہری سے زیادہ اہم نجاست باطنی ہے۔ اور وہ اس نجاست سے دل کو پاک رکھنے کے لئے زیادہ کوشش کرتے ہیں۔ ایک شخص حضرت بایزید کی مجلس میں داخل ہوا اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگا حضرت بایزیدؒ نے اس سے پوچھا کہ اے شخص تو کیا دیکھ رہا ہے اس نے کہا نماز کے لئے پاکیزہ جگہ کی تلاش میں ہوں۔ آپ نے فرمایا اپنے دل کو پاک کر اور جہاں چاہے نماز پڑھ لے'' اس سے ظاہر ہے کہ ماسویٰ اللہ سے دل کو پاک رکھنا بارگاہ خداوندی میں حضوری کے لئے کس قدر ضروری ہے۔ حضرت مہدی علیہ السلام نے ترک ماسوی اللہ کو اپنی گروہ پر فرض قرار دیا ہے۔ کیونکہ اس کے سوا تقویٰ کی تکمیل نہیں ہوسکتی۔ برخلاف اس کے جن لوگوں کو آپ کی مہدیت سے انکار ہے ان کے پاس ماسوی اللہ کو چھوڑنا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ پھر ایک ایسا شخص جو تقویٰ کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو ماسوی اللہ کی الفت اور محبت میں گرفتار شخص کی اقتداء میں کیسے نماز ادا کرسکتا ہے۔

دنیااوراس کی طلب ومحبت بھی ماسوی اللہ میں داخل ہے ہر مہدوی ترک دنیا کوفرض جانتا ہے اور خدا کی طلب کو اپنا شعار بنائے ہوئے ہے۔ جو شخص دنیا کا طالب ہوگا وہ خدا کا طالب نہ ہوگا۔ لا الٰہ الا اللہ کے اقرار کے بعد سوائے خدا کے ہر چیز کی طلب ومحبت مومن پر حرام ہے بلکہ ایسے طالب ومحبّ کے ایمان ہی میں کلام ہے کیونکہ غیر اللہ کی جانب میل رکھنا شرک معنوی ہے۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔ **ویل للمشرکین الذین لا یوتون الزکواة** ان مشرکین پر ویل ہے جو زکواۃ ادانہیں کرتے اس آیت سے زکواۃ کی ادائی سے قاصر رہنے والے مشرک قرار پاتے ہیں۔ اس لئے کہ انکا زکواۃ نہ دینا پیسے کی محبت کی وجہ سے ہے اور یہ شرک ہے اور طالب دنیا کو حضرت مہدیؑ نے صاف الفاظ میں کافر فرمایا ہے اور ان پر یہ آیت پڑھی ہے **من کان یرید الحیواۃ الدنیا وزینتھانوف الیھم اعمالھم فیھا وھم فیھا لا یبخسون اولئک الذین لیس لھم فی الاخرۃ الا لنار** (ہودرکوع ۲) ''جولوگ دنیا کی زندگی اوراس کی زینت کے طالب ہوں ہم ان کے اعمال کا بدلہ انہیں دنیا ہی میں دے دیتے ہیں اوراس میں انکی حق تلفی نہیں کی جاتی یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں آتش (جہنم) کے سوااور کچھ نہیں''

مخالفین مہدی علیہ السلام کے پاس نہ تو دنیا کی محبت سے دل کو پاک رکھنا ضروری ہے اور نہ ترک دنیا کی ان کے پاس کوئی اہمیت ہے بلکہ دنیا تو ان کی محبوب ہے۔ یہ بات خود فرمان مہدی سے ظاہر ہے کہ ان لوگوں نے انکار مہدی ہی اس لئے کیا ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام دنیا کی مذمت بیان کرتے تھے اوراس کو ترک کردینے کا حکم دیتے تھے (انصاف نامہ) پس دنیا کی محبت میں گرفتار شخص کے پیچھے ایک طالب حق کی نماز ادا ہی کیسے ہوسکتی ہے جب کہ دونوں میں بلحاظ عقیدہ وعمل زمین وآسمان کا فرق ہے۔

خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔ **ان صلواتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین وبذلک امرت وانا اول المسلمین** میری نماز میری قربانیاں میری حیات اور میری موت اللہ رب العالمین کے لئے ہے اور مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے

پہلا مسلمان ہوں اس حکم کی رو سے خدائے تعالیٰ کی عبادت محض خدا ہی کے لئے ہونی چاہئے اور کسی سے کسی اجر یا ثواب کی توقع رکھنا ہی غلط ہے۔

سوداگری نہیں یہ عبادت خدا کی ہے
اے بے خبر جزا کی تمنا بھی چھوڑ دے

اس معاملہ میں مہدویوں کا جو نقطۂ نظر ہے وہ ظاہر ہے وہ تو صرف خدا سے خدا ہی کو چاہتے ہیں حضرت مہدی علیہ السلام کا فرمان ہے۔

هشت جنت گرد هندت سر بسر
تو مشورا ضی از انها در گزر
عالی همت باش و دل باحق بابند
تو همائے قاف قربیٰ رو بلند

لیکن ایک مخالف مہدوی سے ایسی توقع ہی فضول ہے کیونکہ اس کی عبادت وریاضت محض حصول دنیا کے لئے ہے۔ چنانچہ ان کی مساجد میں جتنے پیش امام نماز پڑھانے کے لئے ہوتے ہیں وہ سب اجرت اور تنخواہ پر نماز پڑھاتے ہیں۔ان کے حفاظ تراویح کے لئے بڑی بڑی رقمیں مقرر کر کے آتے ہیں۔اگر ان کی اجرت یا تنخواہ روک دی جائے یہ معاً نماز پڑھانا چھوڑ دیں ایسی صورت میں ان کی نماز خدا کے لئے کیسے ہوسکتی ہے۔اور جب یہ عبادت خدا کے بجائے غیر خدا کے لئے ہے تو ایسی بت پرستی کو ایک مہدوی کیسے گوارا کرے گا اور ان کے پیچھے نماز کیسے پڑھے گا۔

دنیا کے لئے ہے تیری جو کچھ ہے عبادت
رکھتا ہے توقع تو بتا کس سے اجر کی
افسوس یقین تجھ کو خدا پر ہی نہیں ہے
امید ہو کیا تیری دعاؤں میں اثر کی

کفایہ شرح ہدایہ میں جو فقہ حنفی کی کتاب ہے لکھا ہے ’’جو اجرت لے کر نماز پڑھائے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے‘‘ یہ ابن تمیم نے کہا ہے۔ اگر بغیر شرط کے دیا جائے تو اس میں کوئی ہرج نہیں ہے۔

حضرت رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ **لا صلواۃ الا بحضور القلب** یعنی نماز بغیر حضور قلب کے نہیں ہوتی۔ تمام اولیاء اللہ اور صوفیاء کرام کے پاس حضور قلب نماز کی ایک ضروری شرط ہے اور بغیر ترک دنیا کے حضور قلب کا امکان نہیں۔ چنانچہ حضرت امام غزالیؒ لکھتے ہیں ’’جو شخص حضور قلب کے ساتھ نماز پڑھنا چاہے تو چاہیئے کہ نماز کے پہلے سے دل کا علاج کرے اور دل کو خالی کرے اور یہ امر اس طرح ہوتا ہے کہ دنیا کے شغل کو اپنے دل سے دور کرے (کیمیائے سعادت) عارفانِ الٰہی اور صاحبانِ کشف نے ہمیشہ ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے احتراز کیا ہے۔ جن کو حضورِ قلب حاصل نہ ہو۔ نقل ہے بندگی میاں سید عبداللطیفؓ نے ایک دفعہ نماز مغرب کی جماعت میں شریک ہو کر ایک دو رکعت کے بعد نیت توڑ کر علیحدہ نماز ادا کر لی دریافت کرنے پر فرمایا امام حاضر نہیں تھا۔ تیلی کے گھر چراغ کا تیل لانے گیا تھا۔ امام نے بھی اس کا اقرار کیا اور کہا صحیح فرماتے ہیں کہ میرے دل کا خطرہ اسی جگہ سے متعلق تھا۔

تیرا امام بے حضور تیری نماز بے سرور
ایسی نماز سے گذر ایسے امام سے گذر

اب جو شخص نہ تو ترک دنیا کو فرض جانے اور نہ دنیا کی محبت کو برا خیال کرے بلکہ اس کی عبادت کا دارومدار ہی حصول مال وزر پر ہے تو ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا اپنی نماز آپ تباہ کر لینا ہے۔

حضرت مہدی علیہ السلام نے طلب دیدار خدا کو فرض کر دیا ہے اور فرمایا ’’جو شخص چشمِ سر یا چشمِ دل یا خواب میں خدا کو نہ دیکھے وہ مومن نہیں۔ مگر طالب صادق‘‘ (عقیدہ شریفہ) اس فرمان کی رو سے مومن وہی ہے جو خدا کو دیکھے یہ بات نہیں تو پھر طالب صادق بھی حکماً اہل ایمان

میں داخل ہے۔ پھر جو لوگ طلب دیدار سے عملاً بے پرواہیں ان کی نماز اوران کی عبادت کا مقصد وہ نہیں ہوسکتا جو ایک مہدوی کا ہے۔ خود حضرت رسول خدا ﷺ نے اللہ کی عبادت کی غایت دیدار خداوندی بتلائی ہے۔ جب کہ فرمایا ان تعبد وا لله کانک تراہ اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا اس کو دیکھ رہے ہو۔ الصلواۃ معراج المومنین فرما کر حضرت سرور کائنات ﷺ نے یہ بات واضح کردی ہے کہ جس کی رسائی عرش تک نہ ہو اس کی نماز' نماز نہیں بالفاظ دیگر جس کو یہ بات حاصل نہ ہو وہ مومن ہی نہیں پس جن کی زندگی کے مسائل میں طلب دیدار خدا نام کی کوئی چیز ہی نہ ہو وہ کب اس بات کے مستحق ہیں کہ ایک طالب خدا ان کی اقتداء کرے۔

سرور عالمؐ نے فرمایا کہ معراج ہے نماز
پس نمازی ہے وہی حاصل جسے دیدار ہے
گرد پا کو اس کے پاسکتا بھی ہے ایک پست حال
بارگاہِ حق میں جس مومن نے پایا بار ہے

شریعت کا ایک مشہور مسئلہ ہے کہ اندھے کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔ منکر مہدی بھی اس حیثیت سے کہ وہ دیدار خداوندی کا نہ قائل ہے اور نہ اس کے شرائط پر عامل' اندھا ہی ہے اس کے لئے حضرت مہدی علیہ السلام نے یہ آیت پڑھی ہے۔ من کان فی ھذہٖ اعمیٰ فھو فی الاخرۃ اعمیٰ و اضل سبیلاً جو شخص اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہے اور راستہ بھٹکا ہوا ہے۔ یہاں غور کی بات یہ ہے کہ جو لوگ دیدارِ حق سے مستفید نہیں ہیں وہ فرمانِ حق سے گمراہ ٹھہرتے ہیں۔

مقصود ہے آنکھوں سے تیرے رخ کا نظارہ
جب تو ہی نہ ہو پاس تو کس کام کی آنکھیں

نیز خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلْ ھٰذِہٖ سَبِیْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَی اللّٰہِ قف عَلٰی بَصِیْرَۃٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ ط (سورۂ یوسف آیت ۱۰۸) کہدے یہ میرا راستہ ہے میں خدائے تعالیٰ کی طرف

اس کی بصیرت پر بلا رہا ہوں میں اور میرا تابع '' یہاں تابع سے مراد مہدی علیہ السلام ہیں آپ نے اپنی قوم کو ایک ایسی بصیرت عطا کی ہے جس کی وجہ اس کی چشم باطن کھل گئی اور اس نے دیدارِ حق کو پالیا۔ ایسی صورت میں ایک ہدایت یافتہ مہدوی اور صاحب بصیرت کا ایک گمراہ اور بے بصر کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا تعجب خیز امر ہوگا جو دانشمندی اور سلامت روی کے خلاف ہے۔

حضرت مہدی علیہ السلام کی بعثت کا منشا خدا کے دیدار کی طرف بلانا اور لوگوں کو اس اعلیٰ مقام تک پہنچانا تھا جو انسانیت کی سب سے اعلیٰ منزل ہے۔ آپ نے تخلیق انسانی کی غرض وغایت ہی دیدارِ خداوندی کو قرار دیا ہے۔ اور فرمایا

مارا برائے دیدن یار آفریدہ اند

ورنہ وجود مابچہ کار آفریدہ اند

یہ آپ ہی کی تعلیم کا اثر تھا کہ انسانی آنکھ خدائے تعالیٰ کو بے حجاب دیکھنے لگی اور لوگ ناسوت سے گزر کر ملکوت، جبروت اور لاہوت تک پہنچنے لگے۔ خود قرآن نے بھی یہ پیشین گوئی کردی تھی کہ مہدی علیہ السلام کے زمانے میں بہت سے لوگ خدا کو دیکھیں گے۔ جیسا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''**ثم ان علینا بیانہ کل بل تحبون العاجلة وتذرون الاخرة وجوہ یومئذ ناضرہ الیٰ ربھا ناظرة ووجوہ یومئذ باسرة تظن ان یفعل بھا فاقرة**'' پھر اس قرآن کا بیان (مہدی کی زبان سے کرادینا) ہمارے ذمہ ہے لیکن (جب زبان مہدی سے یہ بیان ہوگا تم اس کا ضرور انکار کروگے کیوں کہ) تم دنیا سے محبت رکھتے ہو اور آخرت (کے عذاب سے بے خوف ہو کر اس کو) چھوڑ بیٹھے ہو۔ (حالانکہ مہدی کا دور زمانہ ایسا ہوگا کہ) اس روز بہت سے چہرے (جنہوں نے مہدی کی تصدیق کی ہوگی) بارونق ہوں گے اور اپنے پروردگار کی طرف دیکھتے ہوں گے اور (اس کے دیدار سے مشرف ہوں گے) اور بہت سے چہرے (جنہوں نے مہدی کا انکار کیا ہوگا) اس روز بدرونق ہوں گے اور خیال کررہے ہوں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑنے والا معاملہ کیا جائے گا۔ (کہ جو لوگ مہدی کی تصدیق سے مشرف نہ ہوں گے اور انہیں

چھوڑ بیٹھیں گے اوران کی دنیا میں گھاٹا پڑ جائے گا)

پس دیدارِ حق سے مبشر و مستفیض قوم کا محرومان بارگاہ کی اقتداء قبول کرنا اپنے مرتبے سے آپ نیچے گرنا اور احساس کمتری میں مبتلا ہو جانا ہے۔

دنیا کی محبت نے روکا ہے یہاں تجھ کو
دیدار کی منزل تو آگے ہی نظر کے تھی
افسوس ہے اس پر جو محفل سے اٹھے پیاسا
ساقی کی نظر اوپر ہر تشنہ جگر کے تھی

یہ چند در چند وجوہات ایسی ہیں جو کسی مہدوی کو مخالف کے پیچھے نماز پڑھنے کی صاف نفی کرتی ہیں۔لیکن جدید تعلیم کے اثرات نے نوجوانوں کے دل ودماغ ماؤف کردئے ہیں۔اور زیادہ تر اغیار کی صحبت کی وجہ وہ اس معاملے میں احتیاط کو ضروری خیال نہیں کرتے۔بعض تو وہ ہیں جو صاف کہتے ہیں کہ جب مخالفین کی اور ہماری نماز میں بلحاظ ارکان وشرائط کوئی فرق نہیں ہے تو پھر ان کے پیچھے نماز پڑھ لینے میں کیا حرج ہے۔لیکن ظاہری ارکان کی موافقت سے کسی کے پیچھے نماز پڑھ لینا لازم نہیں آتا۔ بلکہ اگر امام کا اعتقاد غلط ہو تو اس کے پیچھے نماز حرام ہے۔ہم کو فقہ کی کتابوں میں ایسی بہت سی مثالیں دستیاب ہوسکتی ہیں۔مثلاً وضو کے فرائض میں ایک فرض سر کا مسح بھی ہے بعض نے اس سے پورے سر کا مسح مراد لیا ہے۔بعض نے کہا ہے کہ اگر پاؤ سر کا مسح کرلیا جائے تو یہ فرضیت ادا ہو جائے گی۔لیکن جو لوگ پورے سر کے مسح کو فرض سمجھتے ہیں وہ پاؤ سر کا مسح فرض جاننے والوں کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے۔اس لئے کہ اس صورت میں ان کا وضو ہی ان کے پاس صحیح نہیں ہے۔جب وضو جو شرطِ نماز ہے صحیح نہیں تو پھر نماز کہاں درست ہوئی۔لیکن پاؤ سر کا مسح فرض جاننے والوں کی نماز پورے سر کا مسح فرض جاننے والوں کے پیچھے ہو جائے گی۔اس لئے کہ ان کے اعتقاد کے لحاظ سے ان کا وضو صحیح ہے اور نماز درست۔ایسے اور بھی کئی مسائل ہیں جیسا کہ کشف الغطاء میں صراحت کی گئی ہے" کوئی باوضو شخص فصد لے یا پچھنے لگوائے اور اس کے

جسم سے خون خارج ہوتو امام اعظمؒ کے مذہب کی رو سے اس کا وضوٹوٹ جائے گا اور امام شافعیؒ کے نزدیک فصد لینے یا پچھنے لگوانے سے جو خون یا ریٹ وغیرہ خارج ہوگی اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ چنانچہ باجوری فقہ شافعی میں لکھا ہے کہ پیشاب کے مقام کے سوا (شرم گاہوں کے سوا) دوسرے حصہ جسم سے نجاست خارج ہونے مثلاً فصد لینے یا پچھنے لگوانے کے بعد اپنے مذہب کے مطابق از سر نو وضو کئے بغیر نماز پڑھانے کے لئے امام ہوجائے تو کوئی حنفی المذہب شخص اس امام کی اقتداء نہیں کرسکتا کیونکہ اس حنفی مقتدی کے مذہب کے اعتبار سے امام بے وضو ہے" اور اسی کتاب میں شرح الافتاح (فقہ شافعی) کے حوالے سے تحریر ہے کہ "جس شخص کی نماز باطل ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو اس کی اقتداء درست نہیں جیسے کسی شافعی کا ایسے حنفی کی اقتداء کرنا جس نے اپنی شرمگاہ کو چھولیا ہو" **غاية التحقيق** (فقہ حنفی) میں درج ہے ہر مخالف مذہب کے پیچھے نماز کی ادائی کا یہی حکم ہے" اور **مفتاح الشفاعة** (فقہ شیعہ) میں رقم ہے کہ فرمایا جناب صادق علیہ السلام نے مسح موزہ پر نہ کر' اور نہ نماز پڑھ پیچھے اس کے جو مسح کرتا ہے۔

جب ایسی صورت میں ایک دوسرے کے پیچھے نماز نہیں ہوسکتی تو عقیدہ میں ایک اہم اختلاف کے سبب نماز کیسے ہوجائے گی۔ جبکہ یہاں کفر اور ایمان کی بحث آپڑی ہو اور مہدوی کے پاس کسی کی اتقاو پرہیز گاری اور دیگر دینی امور کی صحت کا انحصار صرف تصدیق امامنا پر ہے۔

عالم بھی ہیں قاری بھی ہیں' حافظ بھی ہیں پورے
سب کچھ ہے مگر شیخ میں ایماں نہیں ہے
ایمان تو اس بندۂ مولیٰ کے لئے ہے
جو طالب زر تابع شیطان نہیں ہے

بعض وہ ہیں جن کی نظر کثرت پر ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ کثیر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں ثواب زیادہ ہے۔ اور مخالفین کی جماعتیں بڑی بڑی ہوتی ہیں حالانکہ ایسا کوئی ضابطہ ہی شریعت کا نہیں ہے اور نہ ایمان لوگوں کی کثرت یا قلت پر متعین ہے۔ یعنی یہ تو نہیں ہوسکتا کہ جو

جماعت بڑی ہوگی مومن ہوگی اور جو چھوٹی ہوگی وہ کافر ہوگی۔ جبکہ برخلاف اس کے اہل ایمان ہر زمانے میں تھوڑے ہی رہے ہیں اگر ایسا نہ ہوتو بلحاظ آبادی دنیا میں مسلمانوں کو کافر اور غیر مسلموں کو مومن ماننا پڑے گا کیوں کہ کثرت انہی کی ہے۔ قرآن تو صاف صاف کہہ رہا ہے **ولکن اکثر الناس لا یومنون** اکثر لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔ اور خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔ **ولقد ذر انا لجھنم کثیرا من الجن والانس** ہم نے کثرت سے جنوں اور انسانوں کو جہنم کے لئے پیدا کیا ہے۔ونیز ارشاد ہے **قلیلاً ما تومنون** بہت تھوڑے لوگ ایمان لاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایماندار دنیا میں ہمیشہ کم ہی رہے اور کم ہی رہیں گے۔ لوگوں کی کثرت یا قلت تعداد پر ایمان کی شناخت غلط ہے بلکہ جن امور پر ایمان لانا ضروری ہے ان کو ماننے والا مومن اور ان کا انکار کرنے والا کافر ہے۔ ایمان اور کفر کی جانچ کا یہی طریقہ ہے۔ انکار مہدی علیہ السلام بھی قرآن اور احادیث کی رو سے کفر ہے۔ پس جماعت بڑی ہو کہ چھوٹی نماز کے وقت امام کے اعتقاد کو پیش نظر رکھا جائے گا۔ اگر وہ غیر مومن ہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے گریز لازمی ہوگا۔ بلکہ جان بوجھ کر نماز پڑھنے والا گناہ گار ہوگا۔

بعض وہ لوگ جو حج کر کے آئے ہیں کعبۃ اللہ میں لاکھوں مسلمانوں کے اجتماع اور نماز میں ان کی ایک بڑی جماعت کو دیکھ کر خیال کرتے ہیں ایسے وقت ایسی صورت میں جبکہ ہم ایک مقدس مقام پر ہیں اور پھر اتنی بڑی جماعت بھی کہیں میسر نہیں آ سکتی۔ اپنی نماز آپ اس جماعت کو چھوڑ کر علیحدہ پڑھ لینا مناسب نہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس بڑی جماعت کو نماز پڑھانے والا کون ہے؟ کیا اس کو کوئی تنخواہ مقرر ہے یا نہیں۔ اگر تنخواہ مقرر ہے تو وہ کس کی نماز پڑھ رہا ہے۔ کیا غیر اللہ کی نماز صرف کعبہ میں پڑھنے سے اللہ کی ہو جائے گی۔

دوسری بات یہ ہے کہ کیا کوئی غلط عقیدہ کا شخص کعبہ میں داخل ہوتے ہی صحیح العقیدہ ہو جائے گا۔ اگر ایسا ہی ہے تو پھر مسلمانوں میں تہتر فرقے ہیں اور فرقوں کا یہ وجود حسبِ پیشین گوئی نبی کریم ﷺ ظہور میں آیا ہے۔ اور حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ ان میں ۷۲ فرقے جہنمی ہیں اور

صرف ایک فرقہ جنتی ہے۔ جہنمی کہنے کا مطلب ہی کافر کہنے کا ہے۔ اس لئے کہ جہنم میں بروئے آیات قرآنی صرف کافر ہی داخل کئے جائیں گے۔ پوچھنا یہ ہے کہ جو فرقہ اپنے آپ کو جنتی سمجھتا ہے اس کے پاس اس عقیدہ سے ہٹے ہوئے دوسرے فرقوں کے لوگ اگر کعبۃ اللہ میں داخل ہوجائیں تو کیا وہ اس مقام کے تقدس کی وجہ بغیر اعتقاد بدلے کے مومن اور جنتی ہوجائیں گے۔ جب ایسا نہیں ہوسکتا تو پھر مہدوی کب مجبور ہے کہ وہ دوسرے فرقے کے لوگوں کو کعبہ میں حاضر یا داخل ہونے کی وجہ خواہ مخواہ مومن سمجھ لے۔ کعبہ میں تو ایک زمانے میں بت بھی بٹھائے گئے تھے لیکن وہ کعبہ کے تقدس اور عظمت کے مدِ نظر قابل پرستش تو نہیں قرار پاگئے۔ بلکہ ان کے پوجنے والے گمراہ ہی رہے۔ یہی کعبہ ایک زمانے میں چوتھی اور پانچویں صدی ہجری میں مصر کے فاطمی خلفاء کے زیر تسلط تقریباً ۸۰ برس تک رہا کیا اس عرصہ میں فاطمی خلفاء مصر جو بلحاظ عقیدہ اسماعیلی شیعہ تھے اور ان کا مقرر کردہ پیش امام اہل سنت کی نظر میں اس قابل تھے کہ ان کے پیچھے نماز پڑھ لی جاسکے جب ایسا نہیں تو اب یہ جواز کیسے پیدا ہوگیا کہ کسی منکر مہدی کو وہاں کا پیش امام مقرر ہونے کی وجہ مرتبۂ ایمان پر بھی فائز سمجھ لیا جائے۔ کعبۃ اللہ تو وہ مقام ہے جس کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ”یہاں کی ایک نماز ایک لاکھ نمازوں کا ثواب رکھتی ہے“

پس یہ کون سی دانش مندی کی بات ہے کہ اتنے زبردست ثواب کو ایک غلط عقیدہ کے حامل امام کے پیچھے نماز پڑھ کر ضائع کردیا جائے۔

باطن سیاہ جس کا ہے وہ کچھ نہ پائے گا
چاہے وہ معتکف رہے بیت الحرام میں
بھولے سے بت کدہ میں بھی رکھدے اگر قدم
مومن نہ آئے گا کبھی شیطاں کے دام میں

خدائے تعالیٰ کی عبادت میں ایک مومن کو جتنی تندہی اور مستعدی کی ضرورت ہے اتنی ہی اپنے دل کے احوال پر نظر رکھنے کی بھی ضرورت ہے۔ نفس اور شیطان دونوں انسان کے ساتھ

ساتھ لگے ہوئے ہیں۔اور ہر قدم پر ضلالت اور گمراہی کا اندیشہ لگا ہوا ہے۔طرح طرح کے وسوسے دل میں پیدا ہوتے ہیں۔اور قسم قسم کے خوش نما الفاظ کے ساتھ شیطان انسان کو راہِ ہدایت سے بھٹکانے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ایک مہدوی کا پہلا فریضہ یہی ہے کہ وہ ان سب باتوں پر غور کرے اور کبھی کوئی ایسا کام نہ کرے جس میں گمراہی کا شائبہ ہو اور اس کے ایمان پر حرف آ جائے۔

پڑا ہوا ہے ترے پیچھے رات دن شیطان
لگا ہوا ہے ترا نفس خود تیرے میں
اگر ہے مکر سے بچنے کا ان کے دل میں خیال
نہ پاسکوں ' بجز یادِ حق ' کسی شئے میں

مہدوی کو بجا طور پر اس بات کا فخر کرنا چاہیئے کہ خدائے تعالیٰ نے اس کو حضرت مہدی علیہ السلام کی تصدیق نصیب کی ہے اور اس کے مرتبے کو بہت بلند کر دیا ہے۔حضرت مہدی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ''سب کی انتہا ہماری ابتداء'' آپ نے خدا کے حکم سے اپنے گروہ پر احکام ولایت فرض کر کے ہر فرد گروہ کو مقام ولایت عطا کیا ہے۔حضرت امام غزالیؒ نے خلق اللہ کے تین مرتبے مقرر کئے ہیں عام' خاص اور خاص الخاص۔جب دوسروں کی انتہا ہی مہدوی کی ابتداء ٹھہری تو اس کا شمار بھی خاص الخاص لوگوں میں ہوا۔ایسی صورت میں ایسے شخص کی اقتداء اس کے لئے کیسے قابلِ قبول ہو سکتی ہے جو دینی اور مذہبی حیثیت سے اس کے بہت پیچھے ہے۔

ابتداء جس کی یہاں دوسروں کی انتہا
عرش اعلیٰ تک رسائی جس کی ہے ہر آن میں
دو جہاں پر وہ بھلا ڈالے گا کیا تیکھی نظر
فرق آنے دے گا کیسے اپنی آن وبان میں

☆☆☆☆☆

مہدویت میں ایوانِ ایمان کی بلندی

حضرت مہدی علیہ السلام نے حکم کیا ہے کہ ''ہر ایک مرد و عورت پر خدا کے دیدار کی طلب فرض ہے۔ جب تک کہ چشم سر یا چشمِ دل سے یا خواب میں خدا کو نہ دیکھے مومن نہیں ہوسکتا مگر طالب صادق جس نے اپنے دل کی توجہ غیر حق سے ہٹالی ہے اور اپنے دل کی لَو خدا کی طرف لگادی ہے اور ہمیشہ خدا میں مشغول ہے اور دنیا اور خلق سے علیحدہ ہوگیا ہے اور اپنے آپ سے باہر نکل آنے کی کوشش کرتا ہے ایسے شخص پر بھی آپ نے ایمان کا حکم کیا۔(عقیدۂ شریفہ)

حضرت مہدی علیہ السلام کے اس فرمان سے یہ امر منکشف ہوتا ہے کہ ''مومن حقیقی وہی ہے جس کو خدا کا دیدار حاصل ہے چاہے چشم سر سے یا خواب میں لیکن اگر یہ بات کسی کو حاصل ہی نہیں ہے تو وہ مومن نہیں مگر وہ شخص جو خدا کی طلب میں سچے دل سے لگا ہوا ہو ایسے شخص پر بھی آپ نے ایمان کا حکم کرکے مومنوں میں شمار کیا ہے۔ گویا وہ مومن حکمی ہے جس کے صفات حضرت مہدی علیہ السلام کے فرمان بالا سے یہ معلوم ہوتے ہیں۔ وہ غیر اللہ سے چھوٹ کر خدا کا ہوجائے اور ہمیشہ اسی میں مشغول رہے اور دنیا کو ترک کرکے خلق اللہ سے عزلت اختیار کرلے اور اپنے آپ سے باہر نکل جانے کی ہمت و کوشش میں لگا رہے۔

مسافر گر شوی از خود بدائی

کہ این است اے برادر زند گانی

اس پر اصحاب مہدی علیہ السلام کا اجماع ہے چنانچہ حضرت بندگی میاں سید خوندمیر صدیق ولایتؓ کلام سعادت انجام میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''سید محمد مہدیؑ کے اصحاب نے اس ذات سے تحقیق کی ہے کہ مومن اس کو کہتے ہیں جو خدا کو دیکھے چشم سر سے یا چشم دل سے یا خواب

میں اگر یہ صفت نہ رکھے اور دیدار کی طلب رکھے تو اس پر بھی ایمان کا حکم ہے'' اور طلب دیدار کے صفات وہی ہیں جو اوپر مذکور ہوئے۔

ایک مہدوی جس کو حضرت مہدی علیہ السلام کی تصدیق کا شرف حاصل ہے اپنے ایمان کا کمال دیدار حق کے حصول کو خیال کرتا اور جب تک کہ مقصود کو نہ پہنچ جائے طلب حق میں لگے ہوئے ان صفات پر عمل پیرا رہتا ہے۔ ترکِ علائق اور ہجرت وطن کر کے مرشد کی صحبت میں آ جانا اور ذکر دوام کو شیوہ بنائے ہوئے دنیا و خلق سے علیحدگی اور خودی و ہستی سے بری ہو جانے کی جهد و کوشش' اس کا شعار بن جاتا ہے۔ حضرت بندگی میاں شیخ مصطفیٰ گجراتیؒ اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ ارباب طریقت نے مومن کی دو قسمیں بتلائی ہیں۔ واجد واصل اور طالب کامل'' اس سے مرد خدا بین ہی مومن حقیقی قرار پاتا ہے۔ اور طالب کامل مومن حکمی جس طرح غازی کے میدان جنگ میں شہادت کی آرزو کے باوجود شہادت سے بہرہ مند نہ ہونے پر بھی اس کا شمار خدا کے پاس شہیدوں میں ہے اسی طرح طالب صادق کا شمار بھی حصول دیدار کی کوشش کے باعث اگر چہ کہ وہ دیدار پر ابھی فائز نہیں ہوا زمرۂ مومنین میں ہی ہے۔

سب جانتے ہیں کہ انسان کی پیدائش عبادت کے لئے ہے اور عبادت سے مراد معرفت حق کا حصول ہے۔ جو دیدار خدا کا دوسرا نام ہے۔ جیسا کہ حضرت مہدی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ''ہر شخص خدا کو دیکھتا ہے مگر پہچانتا نہیں'' جب معرفت نصیب ہوئی دیدار حاصل ہوا اور جب دیدار حاصل ہوا انسان کے دنیا میں آنے کا منشا پورا ہوا' فرمان مہدیؑ ہے

مارا برائے دیدنِ یار آفریدہ اند

ورنہ وجود ما بچہ کار آفریدہ اند

لیکن دیدار حق حجابات راہ حق کے بنانے اور شرائط دیدار پر عمل کے سوا ممکن نہیں۔ یہ حجابات چار ہیں دنیا و خلق' نفس و شیطان جو شخص باوجود ریاضت و فاقہ کشی کے دنیا کی محبت دل میں

رکھے اور اہل دنیا سے میل جول باقی رکھے اس کا دل تاریک ہی رہے گا۔اور جس کا نفس آرزوؤں اور خواہشوں سے باہر نہ آئے گا اس سے پراگندگی دفع نہ ہوگی اور وہ شیطانی وسوسوں اور شہوت سے چھٹکارا نہ پاسکے گا۔حضرت مہدی علیہ السلام نے بندہ کی ذات کو ہی خدا و بندہ میں پردہ قرار دیا ہے"

آپ نے دنیا ہستی وخودی کو کہا ہے اور ایمان خدا کی ذات کو اس لئے ترک ہستی وخودی کے سوا دیدار ممکن نہیں۔جس کے شرائط میں اکتساب عشق' مرنے کے پہلے مرنا' اور ذکر دوام کرتے رہنا داخل ہیں۔عشق اس وقت حاصل ہوتا ہے جب کہ طالب حق اپنی توجہ خدا کی طرف ایسی لگائے کہ اس میں کوئی چیز آنے نہ پائے۔اور اس کام کے لئے خلوت اختیار کرے اور کسی سے بھی نہ ملے نہ اپنوں سے نہ پرایوں سے اور کھڑے بیٹھے لیٹے ہر حالت میں حق کا ملاحظہ رکھے۔مرگ معنوی خودی وہستی سے باہر آنے کو کہتے ہیں اور وہ ہے اپنی ہستی کو لا الہ الا اللہ میں محو کر دینے کا نام یہاں تک کہ ذاکر کو اپنی کوئی خبر نہ رہے اور صرف مذکور ہی رہ جائے۔(المعیار)

حضرت مہدی علیہ السلام نے کلمہ لا الہ الا اللہ کے (جو کلمہ ذکر ہے) چار اقسام بیان فرمائے ہیں۔ایک لا الہ الا اللہ کہنا ہے دوسرے لا الہ الا اللہ دیکھنا ہے تیسرے لا الہ الا اللہ چکھنا ہے چوتھے لا الہ الا اللہ ہو جانا ہے یہ تینوں مرتبے پیغمبروں اور اولیاء اللہ کے ہیں۔یعنی علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین۔اور پہلی قسم جو لا الہ الا اللہ کہنا رہ گئی ہے وہ ان چار قسموں میں منافقوں کی صفت ہے جو نفس ایمان بھی نہیں رکھتے اور جو نفس ایمان بھی نہ رکھے عذاب سے کیسے چھوٹ سکتے ہیں۔مگر طالب صادق جس نے اپنے دل کی توجہ غیر اللہ سے ہٹالی ہے اور اپنے دل کی لو مولا کی طرف لگا دی ہے اور ہمیشہ یاد خدا میں مشغول ہے اور دنیا اور خلق سے علیحدہ ہو گیا ہے اور اپنے سے نکل آنے کی ہمت کرتا ہے ایسے شخص پر بھی آپ نے ایمان کا حکم کیا ہے۔یعنی نفس ایمان کی صفت یہ ہے (انصاف نامہ)

حضرت مہدی علیہ السلام نے دیدار سے محروم رہنے یا لا الہ الا اللہ کے تین مراتب علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین سے باز رہنے کی صورت میں ایمان کا اس پر حکم کیا ہے جس میں طلب صدق کی علامات پائی جائیں ورنہ اس میں نفس ایمان کا ہونا ہی محال ہے اور اس کے عذاب سے رہائی پانے کی کوئی صورت نہیں پس مہدویت میں ایوان ایمان کی بلندی کو پانے کے لئے دیدار کی کسی ایک منزل میں قرار پکڑنا ضروری ہے آپ نے اپنی تصدیق کی غایت دیدار پر موقوف رکھی ہے فرمایا ''تصدیق بندہ بینائی خدا'' آپ نے اپنے مصدقوں کو یہ کہہ کر غیرت دلائی کہ ''جو میرے ہیں وہ اندھے بہرے نہ مریں گے'' اور یہ فرما کر ان کا حوصلہ بڑھایا کہ ''جو میرے ہیں وہ دیکھتے دکھاتے مریں گے'' اور اس امر کی تاکید کی کہ ''میرے بعد چیڑی چوندھ لی بینائی تو بھی حاصل کر کے رہو'' بلا شبہ مہدی علیہ السلام کی اس تعلیم نے عوام کو خواص سے ملا دیا ہے۔ اور بمصداق من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین مراتب ان کو عطا کئے ہیں آپ فرماتے ہیں۔

هشت جنت گر ندهندت سر بسر
تو مشو راضی از انها در گزر
عالی همت باش ودل با بحق به بند
تو همائے قاف قربی رو بلند

یہ آپ کی تعلیم کے اثرات ہی تھے کہ آپ کے لوگوں نے ایمان کے ثریا سے جا لگنے کی صورت میں بھی اس کو پالیا۔ اور حضرت نبی کریم ﷺ کی اس پیشین گوئی کا مصداق ٹھہرے ''آخر زمانے میں ایک قوم ہوگی کہ میں ان سے ہوں اور وہ مجھ سے ہیں ان میں کے عام لوگ بھی اولیاء اللہ جیسے ہوں گے کسی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ان کی کیا علامت ہوگی فرمایا وہ لوگ زیادہ علم والے نہیں ہوں گے ان کے پاس بہت کتابیں نہ ہوں گی بڑی عمر کے ہو کر بھی قرآن سیکھیں گے اور اس کی تلاوت سے حکمت معلوم کریں گے۔ ایمان اور سنت ان کے دلوں میں اونچے

پہاڑوں سے زیادہ مضبوطی سے جمے ہوئے ہوں گے اللہ ان کو خلق میں خوشخبری کے ساتھ بھیجے گا۔ (جیسا انبیاءؑ کو) وہ انبیاء کے مانند ہدایت کریں گے لوگ ان سے ہدایت اور خوشخبری پائیں گے اللہ ان کے سب احوال سے راضی رہے گا اور بندوں کو ان کے سبب سے روزی دے گا ان کے ذریعہ بلاؤں کو دفع فرمائے گا'' (سراج السالکین ومفتاح النجات)

یہ ایک یقینی امر ہے کہ حقیقت کسی حالت میں بھی بدل نہیں سکتی۔ حضرت مہدی علیہ السلام نے واضح کر دیا ہے کہ دیدار خدا کے سوا ایمان نہیں اگر حکماً دائرہ ایمان میں باقی رہنا ہے تو طالب صادق کے صفات کا خود میں پیدا کرنا ناگزیر ہے۔ تاکہ نفس ایمان حاصل رہے ورنہ عذاب دوزخ سے رہائی کا امکان قطعاً غلط ہے جو لوگ یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ کلمہ کے پڑھ لینے سے ہم مسلمان ہو چکے اور آخرت میں بہشت ہمیں حاصل ہو جائے گی شیطان کا زبردست دھوکہ ہے۔ جس میں عامۃ المسلمین مبتلا ہیں۔ محبت وطلب حق سے عاری دل میں ایمان کی موجودگی کا خیال فریب نفس ہے خدائے تعالیٰ فرماتا ہے الذین امنوا اشد حباً للہ جو مومن ہیں ان کو خدا سے سخت محبت ہوتی ہے محبت ہی محبوب کے ذکر میں مشغول رکھ کر عشق تک پہنچا دیتی ہے۔ جہاں وہ اپنے معشوق سے ملنے کے لئے بیقرار رہتا اور اغیار سے یکسو ہو کر یار میں محو ہو جاتا ہے۔ خود خدائے تعالیٰ نے ایمان کو نیک عمل سے محصور کر دیا ہے۔ فرماتا ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ o الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ o اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ (سورۃ الانفال۔ رکوع ۱) مومن تو وہی ہیں کہ جب خدا کا نام لیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں جو نماز پڑھتے ہیں اور ہم نے ان کو جو روزی دی ہے اس میں سے خرچ کرتے رہتے ہیں۔ یہی لوگ حقیقی مومن ہیں'' اس آیت کی رو سے خوف خدا آیات الٰہی سے ایمان کی زیادتی توکل، نماز اور انفاق فی سبیل اللہ کے سوا نفس ایمان کا حصول دشوار نظر آ رہا ہے۔ غور کیا

جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ آیت صفات طالب صادق کی جانب رہنمائی کر رہی ہے۔خوف خدا ہی انسان کو تقویٰ کی جانب کھینچتا اور غیر اللہ سے چھڑا کر خدا کی طرف لاتا ہے اور آیاتِ الٰہی پر یقین زیادتی ایمان کا سبب بن جاتا ہے۔جس کا دل میں جا گزیں ہو جانا ہمیشہ یاد خدا میں مشغول رہنے پر منحصر ہے اور توکل طالب حق کو دنیا خلق سے علیحدہ کرا کر عبادت حق (نماز) میں ایسا لگا دیتا ہے کہ وہ وھم علی صلواتھم دائمون کی صفت سے متصف ہو کر ہمیشہ نماز میں رہتا ہے صلوٰۃ دائمی سے مراد ذکر ولایت محمدیہؐ (ذکر خفی) ہے یعنی سالک کا خود کو لا سمجھنا اور کلمہ اثبات الا اللہ کے خیال کا کبھی اس سے ساقط نہ ہونا' اس حال میں اس کی نظر اپنے آپ سے بھی اُٹھ جاتی ہے اب جو کچھ بھی اس کو ملتا ہے راہ خدا میں خرچ کر دیتا ہے نہ کہ اپنے نفس کی پرورش میں

هرچه داری صرف کن در راه هو

لن تنالو البرّ حتّٰی تنفقوا

لن تنالو البرّ حتّٰی تنفقوا کے معنی حضرت مہدی علیہ السلام نے یہ بیان فرمایا کہ ''خدا تمہاری جان مانگتا ہے'' یعنی اپنی ہستی کو چھوڑ دینا اور اپنے آپ سے باہر نکل آنے کی ہمت کرنا'' جو طالب صادق کے صفات کا خلاصہ ہے۔پس آیت قرآن نقل مہدی اور اس حدیث کے مندرجہ اوصاف کی رو سے جو اوپر گذری ایمان کا پہلا زینہ عمل صالح' طلب حق میں لگا رہنا اور اس کی پہلی منزل دیدار چشمِ خواب' دوسری دیدار چشمِ دل' تیسری دیدار چشمِ سر ہے اور اس کے میناروں کی بلندی ثریا تو ایک طرف ہفت آسمان سے گزر کر عرش اللہ کو چھو رہی ہے۔ایسے مومن کا پوچھنا ہی کیا ہے جس کا بال بال نورِ ایمان میں ڈوب گیا ہو جس کی برکت سے وہ اُمّی سے عالم' بخیل سے سخی اور نامرد سے مرد ہو جائے۔اور اپنے ایمان کی روشنی میں آیات قرآنی کا وہ فہم اس کو مل جائے کہ ان کی مراد اللہ کے معنی بیان کرنے لگ جائے۔ یہ ثمرہ ہے حضرت مہدی علیہ السلام کی تصدیق اور آپ کے فرمودہ پر عمل کا۔واللہ یختص برحمتہ من یشاء

☆☆☆☆☆

ترکِ دنیا

اسلامی نظریہ اور قرآنی فیصلہ کے مطابق انسانی پیدائش کا مقصود صرف خدا کی عبادت ہے۔لیکن چونکہ عبادت و بندگی بغیر پہچانت و شناخت حق کے پوری طور پر ادا نہیں کی جاسکتی اس لئے بعض صوفیا نے اس عبادت کے معنی معرفت کے لئے ہیں۔خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون** اس آیت میں **الا لیعبدون** کی تعریف امام رازیؒ نے **الا لیعرفون** سے کی ہے یعنی خدا نے جن اور انسان کو اپنی معرفت کے لئے پیدا کئے ہیں پس جب خدا کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور دل اس کے جاہ وجلال میں ڈوب جاتا ہے تو خدا کے بندہ کو بجز اس کی بندگی کے اور کوئی خیال ہی نہیں رہتا۔اور وہ اسی دھن میں رہتا ہے کہ وہی کام کروں جو خدا کی خوشنودی کا باعث ہو وہ ہر طرف سے ٹوٹ کر خدا کی طرف لوٹ آتا اور بار بار یہ کلمات اپنی زبان پر لاتا ہے **قل ان صلواتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ (انعام)** اس آیت میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو حکم دیا جارہا ہے ''اے محمد تم یہ کہدو کہ میری نماز، میری عبادت، میری زندگی اور میری موت خدائے رب العالمین کے لئے ہے کوئی اس کا شریک نہیں۔ **وبذالک امرت وانا اول المسلمین (ایضاً)** ''اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں پہلا مسلمان ہوں۔'' لیکن اس مقام و مرتبہ پر فیوز اور عبادت و بندگی میں خلوص و بے ریائی اسی وقت ممکن ہے جبکہ غیر اللہ کی محبت اور دنیا کی طلب دل سے محو ہو کر وحدانیت حق کا تصور دل پر غالب آجائے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ سب سے پہلے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہی نے اس

حقیقت کوواضح کیاہے کہ مسلمان حقیقی وہی ہے جس کی زندگی اور موت خدا ہی کے لئے ہو۔ لیکن آنحضرت ﷺ کے پہلے انبیاء کی بھی یہی کوشش رہی ہے کہ لوگ بت پرستی کے ساتھ ساتھ دنیاپرستی سے بھی بازآجائیں کہ فی الواقعی بت پرستی کی جانب مائل اور بتوں سے حصولِ امداد پرآمادہ کرنے والی دنیا کی محبت ہی ہے۔ چنانچہ پیغمبروں کی اس کوشش کا پتہ ہم کورسول اللہ ﷺ کے اس فرمان سے چلتا ہے۔ **ما بعث الانبیاء قط الا لا نفرار الخلق عن الدنیا الی المولیٰ** (مکتوب ملتانی) انبیاء کی بعثت بجز اس کے کہ خلق کو دنیا سے مولیٰ کی طرف بھگائیں دوسرے کام کے لئے نہیں ہوئی۔ خود انبیاء علیہم السلام کی سیرت بھی گواہ ہے کہ وہ جونہی منصب نبوت پر فائز ہوتے تمام دنیاوی کاروبار سے کنارہ کش ہوکر تبلیغ دین اور عبادت الٰہی میں مشغول ومصروف ہوجاتے۔ اولیاء اللہ کی زندگیاں جو اپنی درخشانیوں کی وجہ دوسروں کے لئے مشعل راہ کا کام دے سکتے ہیں بتلارہی ہیں کہ فلاح دارین کو پانے اور نجات حقیقی کو حاصل کرنے کے لئے دنیا کی محبت کا زنگ دل سے میٹنا ضروری ہے یہاں تک کہ مومن کا ہر عمل صرف خدا ہی کے لئے ہوجائے۔ خاتم الاولیاء حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے اس امر پر اتنا زور دیا کہ ترک دنیا کو اپنے گروہ پر فرض ہی کردیا۔ اور خدا کے راستے پر اس ڈھنگ سے لگادیا کہ مومن کی حرکت اور سکون دونوں بھی خلوص سے بھرپور ہوگئے۔

جو امور فطرت کا اقتضاء ہیں ان کے بغیر انسانی زندگی محال ہے۔ کھانا پینا' سونا' لباس اور جنسی خواہش کو پورا کرنا یہ سب فطری تقاضے ہیں۔ اسلام نے ان میں سے ہر ایک چیز پر کچھ پابندیاں عائد کی ہیں اور ان کے حصول کے آداب اور طریقے بتلائے ہیں جن پر عمل سے فرائض کی ادائی تو ہوجاتی ہے لیکن خدا کی بندگی کا پورا پورا شوق رکھنے والے قلوب اس سے مطمئن ہی کیسے ہوسکتے ہیں؟ وہ تو صرف اپنے خدا میں محو ہوجانا چاہتے ہیں اور ان

کی فکر ہے تو بس یہی کہ ہر کام کے پہلے یہ دیکھ لیا جائے کہ یہ خدا کے لئے ہے یا نہیں؟ پس اگر وہ خدا کے لئے نہ ہو بلکہ اس میں اپنے نفس کی خواہش اور آرزو کا بھی دخل ہو تو ایسا کام ان کی نظر میں حرام ہے۔ پس ان کا کھانا پینا' سونا' لباس کا استعمال' رہنے سہنے کا انتظام' جنسی خواہش کی تکمیل' بیوی بچوں کی پرورش' دوست احباب سے تعلق اور برادری اور دیگر انسانوں سے میل جول اسی اور صرف اسی ضابطہ کے تحت ہوگا کہ آیا یہ خدا ہی کے لئے ہے یا نہیں۔ اور اگر وہ خدا کے لئے نہ ہو بلکہ اس میں ہوس پرستی کا شائبہ اور نفسانیت شامل رہے تو یہی ان صالح بندوں کی نظر میں دنیا ہے اور ایسے وقت میں اپنی اس خواہش کے خلاف کرنے کو وہ ترک دنیا کہتے ہیں۔ مثلاً یہ سمجھ لیجئے کہ اگر کوئی شخص کھانا محض لذت نفس کے حصول اور اس غرض سے کھائے کہ اس کو کھانا ہی چاہئے اور اسی خیال سے رزق حاصل کرنے کی جدوجہد میں اپنا وقت صرف کرے کہ وہ گویا کھانے پینے ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے تو ایسا کھانا خدا کے لئے نہ ہوگا اور یہی دنیا اور جان سے جینا ہے جس کو حضرت مہدی علیہ السلام نے ''خودی وہستی'' سے تعبیر کیا ہے۔ برخلاف اس کے جو شخص اس لئے کھائے کہ اس سے قوت حاصل ہو اور میں اس وقت کو خدا کی عبادت اور اس کے دیندار بندوں کی خدمت میں صرف کروں تو ایسا کھانا خدا کے لئے ہوگا۔ اور اس پر دنیاداری یا خود پرستی کا اطلاق نہ ہوگا۔ ایک کھانے پینے پر ہی کیا منحصر ہے روزمرہ کی زندگی میں جتنے بھی کام ہیں اگر وہ اسی نیت سے انجام دیئے جائیں تو ان سب کاموں کا شمار خدا کی عبادت میں ہوگا۔ اور یہی ترک دنیا ہے کہ ایسی صورت میں دل کی توجہ فانی امور سے ہٹ کر امور اخروی اور حصول خوشنودی حق کی جانب لگی رہتی ہے۔

خدا کے لئے کام کرنے والے کے پیش نظر اپنے نفس کی پرورش نہیں بلکہ صرف یہ خیال ہے کہ چونکہ خدا نے مجھے اپنے لئے پیدا کیا ہے میری یہی کام اس کے لئے ہونا

چاہئے۔ پس ترکِ دنیا فنائے نفس کا دوسرا نام ہوا۔ **الدنیا نفسک فاذا افنیت فلا دنیا لک** ” دنیا تیرا نفس ہے جب تو نے اسے فنا کردیا تو تیرے لئے دنیا نہیں ہے“۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔ **فاما من طغیٰ واثر الحیواۃ الدنیا فان الجحیم ھی الماویٰ** (سورہ نازعات) ”جس نے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو اختیار کیا تو دوزخ ہی اس کا ٹھکانہ ہے“۔ **واما من خاف مقام ربه ونھی النفس عن الھویٰ فان الجنة ھی الماویٰ** (ایضاً) ”اور جو شخص اپنے پروردگار کے آگے کھڑا ہونے سے ڈرا اور اپنے نفس کو خواہش سے باز رکھا تو اس کا ٹھکانہ جنت ہے“ اپنی جان بچانے کی کوشش اور اس میں اتنا انہماک کہ سروپا کا ہوش نہ رہے طغیان اور سرکشی کی زندگی ہے چاہے ایسا شخص بظاہر نمازی پرہیزگار ہی کیوں نہ ہو مگر قرآن کی نظر میں وہ محمود نہیں بلکہ اس کو بندہ نفس وہوا کہا گیا ہے۔ **اَرَءَ یْتَ مَنِ اتَّخذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ** ط (سورۃ الفرقان آیت ۴۳) ”کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو خدا بنالیا ہے“ دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا ارادہ جس کو طلب ومحبتِ دنیا کہو اُسی کی آرزو وحسرت میں مرنا بہرصورت جہنم میں پہنچانے کے لئے کافی ہے۔ **من کان یرید الحیواۃ الدنیا وزینتھا نوف الیھم اعمالھم فیھا وھم فیھا لا یبخسون اولئک الذین لیس لھم فی الآخرۃ الا النار** (ہود) ”جو لوگ دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کی خواہش رکھتے ہیں ہم ان کے اعمال کا بدلہ اسی دنیا میں پورا پورا بھر دیتے ہیں۔ اور وہ یہاں گھاٹے میں نہیں رہتے لیکن ان لوگوں کے لئے آخرت میں سوائے آتش ودوزخ کے کچھ نہیں۔“ **وحبط ما صنعو فیھا وباطل ما کانوا یعملون** (ایضاً) ”جو کچھ انہوں نے دنیا میں کیا تھا مٹ گیا اور جو وہ کرتے تھے نیست ونابود ہوگیا“

دنیا اور اسباب دینوی سے دلبستگی کے چندروزہ فائدوں کے بالمقابل خدائے تعالیٰ کا فرمان ہے کہ سب سے اچھا ٹھکانہ اسی کے پاس ہے۔ **زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّھَوٰتِ**

مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِیْنَ وَالْقَنَاطِیْرِالْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّھَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَیْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ط ذٰلِکَ مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ج وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ o (سورۂ آل عمران آیت ۱۴) لوگوں کو مرغوب چیزوں یعنی بیویوں، بیٹیوں، سونے اور چاندی کے ڈھیروں، عمدہ عمدہ گھوڑوں، مویشیوں اور کھیتی سے دلبستگی بھلی معلوم ہوتی ہے، یہ تو دنیا کی زندگی کے فائدے ہیں اور اچھا ٹھکانہ اللہ کے پاس ہے''

نہ عیش، نہ دکھ درد، نہ آرام رہے گا
آخر وہی اللہ کا اک نام رہے گا

حضرت مہدی علیہ السلام نے دنیا کی طلب رکھنے والے کو کافر کہا ہے۔ ''طلبِ دنیا کفر و طالب دنیا کافر'' (انصاف نامہ) اور رسول خدا ﷺ نے دنیا اور اسباب دنیوی کو ملعون قرار دیا ہے۔ **الدنیا ملعون وملعونہ ما فیھا الا ما کان للہ** (تنویرالابصار) '' دنیا اور جو کچھ بھی دنیا میں ہے سب ملعون ہے مگر یہ کہ وہ صرف خدا کے لئے ہو۔

بدبخت جو دنیا کا طلب گار ہوا
لعنت میں خدا کی وہ گرفتار ہوا
دنیا میں رہا نفس کے ہاتھوں سے ذلیل
مرنے پہ جہنم میں جلا، خوار ہوا

کسی کام کو بھی اس وقت خدا کے لئے انجام دینا محال ہونا ممکن ہے جب تک کہ نظر اپنی ہستی سے نہ ہٹالی جائے احیاناً اگر خدا کے نام پر خرچ کرنے کا موقع آئے اور کوئی شخص اس سے اس لئے باز رہے کہ ایسا کرنے سے مجھے کسی تکلیف و مصیبت کا سامنا ہوگا تو گویا اس نے ایک نیک کام کے کرنے میں نظر اپنی ذات پر رکھی اور یہی خودی وہستی ہے۔ پس ایسا شخص دینی نقطۂ نظر سے کسی کام کا ہی نہیں۔ نہ تو وہ دین کی کوئی خدمت کرسکتا ہے نہ وقت

آنے پر جہاد کے لئے گھر چھوڑ کر نکل سکتا ہے ہجرت وطن اس کے لئے باراور اخراج کے موقع پر مومنوں کا ساتھ دینے میں اس کو عار ہوگا۔فرض عین کی ادائی میں بھی اس سے غفلت وتساہلی کے سرزد ہونے کا امکان ہے بلکہ خود پرست سے کسی نیک کام میں بھی اخلاص کی توقع نہیں' وہ ایسے عمل سے صرف ذاتی فوائد کے حصول ہی کا خواستگار رہے گا یا اس کی عبادت ریا اور دکھاوے کے لئے ہوگی اور ایسے آدمی سے اہم دینی اور قومی خدمات کے وقوع پذیر ہونے کے بجائے وقت پر دھوکے کا کھٹکا لگا رہتا ہے۔اس لئے عبادت الٰہی کو خلوص دل سے کما حقہ ادا کرنے کے لئے ترکِ دنیا کے سوا کوئی سبیل نہیں اور اس کی ابتداء یہ ہے کہ بندۂ مومن دین اور دنیا کے دو کاموں میں سے جو بیک وقت تکمیل طلب ہوں دینی کام کو اختیار کرے اور دنیا کا کام چاہے اس سے کتنی ہی نفع بخش امیدیں وابستہ کیوں نہ ہوں چھوڑ دے' تجارت ہو کہ زراعت' مزدوری ہو کہ ملازمت' قوتِ لا یموت اور ستر عورت کے سوا کہ یہ بھی عبادت میں تقویت کی غرض سے ہو اس کا سمند خیال ایک قدم آگے نہ بڑھے اور کسب اور اس کے ذریعہ حاصل شدہ زرودولت کے بجائے چاہے وہ انبار در انبار ہی کیوں نہ ہو ہمیشہ اور ہر حال میں خدا ہی پر نظر رکھے۔عشر کی پوری پوری ادائی' اذاں کے بعد کام کو چھوڑ دینا' نماز باجماعت' بندگانِ خدا کی صحبت اور ذکر کی حفاظت اس کا شعار اور خدائے تعالیٰ سے ایک لمحہ کی غفلت بھی اُس کے دل پر بار ہو۔نہ جھوٹ بولے نہ بد دیانتی کرے۔اوامر کا پابند اور نواہی سے دور رہے۔دیگر دینی امور کی ادائی مثلاً اجماع اور بہرۂ عام وغیرہ میں شرکت' فقراء ومساکین کی خدمت' دینی ضرورت پر مال کے خرچ کرنے کی سعادت کے حصول کے علاوہ ہر وقت اپنی ذات پر ملامت کرتا رہے۔پس اپنے ابتدائی احوال میں جس کی احتیاط کا یہ عالم ہو کہ حرص وطمع اس کو چھو کر نہ نکلے اور جس کی چال ڈھال کا یہ ڈھنگ ہو کہ ''دل بیار دوست بکار'' سے اس کا قدم نہ بھٹکے اس پر دنیا کے مرید ہونے کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔حضرت مہدی علیہ السلام نے ''طلب دنیا کو کفر اور طالب دنیا کو

کافر کہا ہے'' جس کے دل میں دنیا کا ارادہ اور اس کی طلب ومحبت نہ ہو اور جو آسائش تن اور راحتِ نفس کی فکر سے آزاد رہے وہ تارک الدنیا ہے اور اس کا حال حضرت مہدی علیہ السلام کے اس فرمان کے موافق ہے ''ایک دل خدا کو دیجئے من مانا سو کیجئے'' اب یہ اس کی طاقت وہمت پر موقوف ہے کہ وہ رزق کے معاملے میں خدا کی تقدیر پر راضی ہو کر عبادت الٰہی کے لئے وقف ہو جائے اور یکسوئی و یک جہتی کے ساتھ رات دن ذکر وفکر ہی میں لگا رہے۔ تدبیر وترڈّد' میراث وتعین' براءت وسوال کا چھوڑنا اس کا ظاہری عمل ہوگا۔ اور قرآن شریف میں جن چیزوں کو متاعِ حیات دنیا کہا گیا ہے ان سے بقدر ضرورت خدا واسطے تعلق رکھنا۔ زن وفرزند اور زر ومال کی محبت میں حد سے نہ گذرنا کہ اس کو ترک علائق کہتے ہیں اس کے دل سے متعلق ہوگا۔

لیکن جو شخص ترک دنیا کا سب سے اعلیٰ مقام حاصل کرنا چاہے وہ حضرت مہدی علیہ السلام کے اس فرمان کی بناء پر کہ ''ترک دنیا ترک خودی ہے'' خدائے تعالیٰ کی طلب ومحبت کے راستہ پر اس شوکت ومردانگی سے گامزن ہوگا کہ نہ اس کو نفس وہوا اپنی طرف متوجہ کر سکیں گے نہ خواہشات وفضولیات اپنی لپیٹ میں لے سکیں گے نہ تو لہو ولعب زینت وآرائش کی طرف وہ رخ کرے گا نہ تفاخر وتکاثر اور عزت ولذت کی رنگینیوں پر اس کا دل ریجھے گا۔ خلوت وعزلت' ہجرت وصحبت اس کی فقیری کے لوازمات رہیں گے اور اس کے تمام اوقات مراقبہ ومشاہدہ ہی میں گذریں گے یہاں تک کہ اس کا تعلق خدا کے ساتھ اس قدر مضبوط ہو جائے گا کہ ماسویٰ اللہ کا کوئی خطرہ اس کے دل میں نہ آنے پائے گا اور وہ اپنے آپ کو اس طرح خدا کے حوالے کر دے گا کہ اس کا کوئی اختیار باقی نہ رہے' یہی حضرت مہدی علیہ السلام کا فرمان ہے اور یہی بندگانِ خدا کی حقیقی شان۔ اللہ بس باقی ہوس

☆☆☆☆☆

ذکر وفکر

حضرت رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں **من احب شئی فاکثر ذکرہ** ''جس شخص کو جس چیز سے محبت ہوتی ہے وہ اکثر اسی کا ذکر کرتا رہتا ہے'' آنحضرت ﷺ نے اپنے اس فرمان میں مومن کے اس میلان دلی کی جانب اشارہ کیا ہے جو اس کو خدا کی یاد کی طرف رہا کرتا ہے کیوں کہ قرآن مجید کی آیت کی رو سے مومن وہی ہے جس کو خدا سے سخت محبت ہو۔ **وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰه** (سورۃ البقرہ آیت ۱۶۵) یہی وجہ ہے کہ حضرت امام ہمام مہدی علیہ السلام نے ذکر اللہ کو ایمان کی علامت قرار دے کر اسی سے ایک دم کی غفلت کو کفر کہا ہے۔

حضرت رسول اللہ ﷺ نے بھی ایسے دم کو مردہ قرار دیا ہے جو خدا کی یاد کے بغیر نکلے

کل نفس یخرج بغیر ذکر الله فھو میت

دم کی حفاظت ذکر اللہ کی مواظبت اور مداومت کی خاطر ہے خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ (سورۃ النساء آیت ۱۰۳) '' خدائے تعالیٰ کو کھڑے، بیٹھے، لیٹے یاد کرتے رہو۔ اس آیت سے ذکر دوام فرض ہے جس کا حصول پاس انفاس کے بغیر محال ہے۔ یہاں تک کہ غلبۂ ذکر کی وجہ سالک اپنی ہستی کو بھلا بیٹھے جس کا امکان بغیر ذکر خفی کے پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ پاس انفاس اور ذکر خفی کے سوا دوام ذکر میں رکاوٹیں پیدا ہوتی رہیں گی۔ مثلاً کھانے پینے یا بات چیت کے وقت ذکر جاری نہیں رہے گا اسی لئے حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **خیر الذکر ذکر خفی** اور حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ '' ذکر خفی ایمان است'' خود خدائے تعالیٰ فرماتا ہے **وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ** ٥ (سورۃ الاعراف

آیت ۲۰۵) ''اپنے پروردگار کی یاد اپنے جی میں تضرع اور خوف کے ساتھ بغیر زور کی آواز کے صبح وشام کرتے رہو اور غافلوں میں مت ہو جاؤ'' پس صبح وشام توجہ حق کے سوا مومن کے لئے چارۂ کار نہیں اور کلمہ **لا الٰہ الا اللہ** کے سوا کوئی اس کا مطلب برآر نہیں جو وجود غیر کو مٹاتا اور وجود حق کو قائم کرتا ہے بلکہ یہی کلمہ مومن کے لئے زیادتی ایمان کا باعث ہے۔ چنانچہ حضرت سرور کائنات ﷺ فرماتے ہیں۔ **لا الٰہ الا اللہ ینبت الایمان کما ینبت المآء بقلۃ** ''جس طرح پانی سبزی اُگاتا ہے **لا الٰہ الا اللہ** ایمان (کا درخت) اُگاتا ہے اسی کلمہ سے بندۂ مومن منزل دیدار سے آگاہ ہوتا ہے اور ناسوت سے نکل کر لاہوت میں آتا ہے اس کے جزو اول **لا الٰہ** میں غیر حق کی نفی اور جزو دوم **الا اللہ** میں ذات حق کا اثبات ہے۔ نفیٔ غیر حق سے مراد سالک کا اپنے تعین وہمی کو چھوڑنا ہے اس لئے کہ اگر غیر حق کو فی الواقع وجود نہیں تو اس کا انکار غیر ضروری ہے اگر غیر حق بھی کوئی وجود رکھتا ہے تو اس کی نفی بالکل لا حاصل ہے پس **لا الٰہ** سے جس چیز کی نفی کی جارہی ہے وہ خود قائل کا وہمی وجود ہے جس نے رسم وعادت کے طور پر اپنے آپ کو غیر حق تصور کر لیا ہے جو محال ہے کیوں کہ یہ پوری کائنات اسماء الٰہی اور خدائے تعالیٰ کی صورت علمی کا ظہور ہے جو عین حق ہے یہی بات **کن فیکون** سے ظاہر ہوتی ہے ورنہ خدا کے سوا کسی ایسی چیز کو بھی قدیم سے موجود ماننا پڑے گا جس کی صورت بدل کر خدا نے یہ تمام اشیاء پیدا کی ہیں۔ خواب میں نظر آنے والی دنیا کے مانند یہ اشیاء بھی دیکھنے کو موجود اور حقیقت میں معدوم ہیں۔ جن کی ہستی باوجود محسوس ہونے کے موہوم ہے لیکن چونکہ ان لاتعداد اشیاء کے انکار میں مشکل یہ ہے کہ اگر ہم ہزار ہا چیزوں کا انکار کرتے چلے جائیں تو دوسری ہزار ہا چیزیں موجود ہو جائیں گی اس لئے طالب کا اپنے وجود سے انکار ہی ان سب اشیاء کے انکار پر شامل ہے کیوں کہ ہر چیز کا تعلق قائل کے وجود سے ہے جب اس نے اپنی نفی کر دی تو پوری ماسوی اللہ کی نفی ہو گئی۔

حضرت مہدی علیہ السلام نے بھی لا الٰہ کا مفہوم ''ہوں نہیں'' کے الفاظ سے ظاہر کیا ہے۔

''الا اللہ تو ہے لا الٰہ ہوں نہیں'' کہہ کر ذاکر اس یقین کو اپنے دل میں بڑھانے کی کوشش کرتا ہے کہ ''میں کوئی چیز ہی نہیں ہوں جو کچھ ہے تو ہی ہے'' یہی بات جب اس کے شعور سے گذر کر لاشعور میں بیٹھ جاتی ہے تو چونکہ شعور لاشعور کا تابع ہے اس لئے اس کا علم الیقین، عین الیقین سے بدل کر وہ اپنے آپ کو وہی نظر کرنے لگتا ہے جس کا کہ وہ مقر ہے چاہے خواب ہو یا بیداری ہر حالت میں اپنے میں اپنے کو فراموش کر کے وہ انائے حق کی طرف بڑھتا ہے۔ خدائے تعالیٰ نے جہاں اولوالالباب کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے یذکرون الله قیاماً وقعوداً وعلی جنوبهم وہیں ان کا وصف یہ بھی بیان کیا ہے ویتفکرون فی خلق السموات والارض یعنی ذکر میں لگے رہنے کے باوجود محو فکر رہتے ہیں۔ حدیث شریف تفکر الساعة خیر من عمل الثقلین میں فکر سے مراد عارفانِ الٰہی کے پاس مراقبہ کی ہے یہ مراقبہ شیخ کامل تصور ہے جو اس کو منزل الا الله تک لے جاتا اور حرف سے نکال کر معنی میں لاتا ہے۔ جس طرح زید ایک حرف ہے اور خود زید کا وجود اس کی معنی ہے اسی طرح کلمہ کی معنی ذات حق ہے جس کو مشاہدۂ شیخ ہی سے پایا جاسکتا ہے۔ جب نظر حرف سے اُٹھ کر معنی پر جم جاتی ہے تو اس بات کی ضامن ہو جاتی ہے کہ وہ ذاکر کے دل کو کھول دے اور اس میں ایک حالت پیدا ہو جائے۔ حضرت مہدی علیہ السلام فرماتے ہیں'' **کوشش ذکر بکنید تا حالتے پدید آید تا باطنے بکشاید**'' حضرت رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں من استویٰ یوماه فهو مغبون ومن کان امسه خیراً من یومه فهو محروم (ملفوظ کبیر) جس کے دو دن یعنی آج اور کل برابر ہو وہ نقصان میں ہے اور جس کی گذشتہ کل اور آج کے دن سے بہتر ہے وہ محروم ہے'' حضرت مہدی علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

بیزارم ازاں کهنه خدائے که تو داری

هر لحظه مرا تازه خدائے دگرے هست

تجلیات خداوندی قلب عارف پر ہر روز بلکہ ہر لحظہ ہر لمحہ ایک نئی آن سے جلوہ افروز ہوتی

ہےاور کل یوم ھو فی شان کاظہور ہوتا رہتا ہےاس لئے اس فرمان مہدیؑ میں ان تازہ بہ تازہ تجلیات سے بہرہ اندوز ہونے کے لئے ذکر میں کوشش کی ترغیب دلائی جارہی ہے۔خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔ یا ایھا الذین آمنو ا ذکرو اللہ ذکراً کثیراً وسبحوہ بکرۃ واصیلاًاے مومنوخدا کا ذکر، ذکرکثیر کرواور صبح وشام اس کی پاکی بیان کرتے رہو بغیر کثرت ذکر کے نہ نفاق وشرک سے دل پاک ہوسکتا ہے نہ تشبیہ سے تنزیہہ میں قدم دھر سکتے ہیں۔حضرت مہدی علیہ السلام نے تین پہر کے ذاکرکومنافق چار پہر کے ذاکرکومشرک پانچ پہر کے ذاکرکو مومن ناقص اور آٹھ پہر کے ذاکرکومومن کامل فرمایا ہےانسان کی حقیقی کامیابی اور ترقی اس کا محیط کل ہونا ہے یہ بات فنائیت تامہ اوراس خیال کی مضبوطی کے سوا حاصل نہیں ہوسکتی کہ جلوۂ ذات کے سوا کچھ ہے ہی نہیں۔ یہاں تک کہ کلمہ کا اثر اس کے وجود میں سرایت کرجائے اس مقام پر پہنچنے کے بعد ذاکر پر موتوا قبل ان تموتوا کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔اور وہ ان اصحاب کہف کی طرح ہوجاتا ہے جن کے بارے میں رب عزوجل نے فرمایا ونقلبھم ذات الیمین وذات الشمال ہم ان کوداہنے بائیں کروٹیں دلاتے رہتے ہیں نہ ان کے لئے عقل ہے نہ تدبیر، نہ حِس ہے نہ ادراک، وہ لطف وقرب کے میدان میں ظاہراً اور باطناً ماسوی اللہ سے آنکھیں بند کئے ہوئے چلتے رہتے ہیں۔خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاذْکُرُوْنِیۤ اَذْکُرْکُمْ (سورۃ البقرہ آیت ۱۵۲)تم میری یادکرومیں تمہاری یادکروں گا جب ذاکر اپنی ہستی کی نفی کے بعد لا الٰہ سے الا اللہ کی جانب بڑھتا ہے انوار الٰہی بہ طور استقبال عالم غیب سے منصۂ شہود پر کہ وہ عارف کا دل ہے ایسے پئے درپئے وارد ہوتے ہیں کہ بندہ باطن ہوکر حق ظاہر ہوجائے۔قرب فرائض کے ذریعہ کہ وہ مرتبۂ احدیت سے نزول ہے یا قرب نوافل کے عمل پر استقرار سے کہ وہ کثرت سے وحدت کی جانب عروج ہے ذاکر مقام محبت پر فائز ہوکر فبی سمیع وبی یبصرو بی یبطش (یعنی وہ مجھ سے ہی سنتا مجھ سے ہی دیکھتا اور مجھ ہی سے پکڑتا ہے) کی بشارت سے سرفراز کیا جاتا ہے۔ ویبصر جمیع افعالہ باللہ عز وجل اپنے تمام افعال حق تعالیٰ سے ہی دیکھتا اور سمجھتا اور

اپنے جملہ احوال میں بالکل بے اختیار ہوجاتا ہے جیسا کہ حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا ''بے اختیار ہوجاؤ کہ اختیار شوم بُرا ہے'' بے اختیاری اطاعت حق ہے حضرت رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ من اطاع اللہ عز وجل فقد ذکرہ وان قلّت صلاتہ وصیامہ' وقراتہ القرآن جس نے خدا کی اطاعت کی وہ اس کا ذکر کرنے والا ہے اگرچہ اس کے نماز' روزہ اور قرآن کی تلاوت کم تر ہی ہو' مطیع حق وہی ہے جو اس کے احکام پر سر جھکا دے اور اپنے وجود سے نکل آئے اور اپنی جان خدا کے حوالے کردے۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے ان اللہ اشتریٰ من المومنین انفسھم وامو الھم بان لھم الجنۃ بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت (دیدار) کے بدلے خرید لیا ہے۔ حضرت مہدی علیہ السلام نے بھی بے اختیاری اور پابندیٔ شریعت کو راہ قرب بتلایا ہے مگر شریعت کی یہ پابندی بعد از فنائے بشریت ہونی چاہئے۔ اس عالم میں اس کی پانچوں نمازیں حضرت رسول اللہ ﷺ کے پیچھے ادا ہوتی ہیں اس لئے کہ اس کا دل جو اس کے وجود میں بمنزلۂ امام کے ہے آنحضرت ﷺ کے جمال میں محو ہوکر فنافی الرسول کے مرتبہ کو حاصل کرلیتا ہے اور لا الہ الا اللہ کے مراتب دیدنی' چشیدنی اور شدنی میں کسی ایک مرتبہ کا سائر ہوتا ہے اور اس کے ذکر پر اس کی فکر غالب آجاتی ہے یہاں ذکر نفی اور فکر اثبات ہے ذکر لا الہ اور فکر الا اللہ ہے اور ذکر متفکر وہ ہے کہ اس میں لا الہ الا اللہ ثابت ہوکر اس کا ایمان ولایت میں داخل ہوجائے اور یہی ایمان ذات خدا بن جائے جیسا کہ حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا ''الایمان ھو اللہ'' اس مرتبہ میں کوئی ایسی بات نہیں ہوتی جو ایمان کو کم و زیادہ کرے کیونکہ اس نے دیگر رنگ آمیزیوں کے مقابل رنگ ولایت اللہ کو حاصل کیا ہے اور اللہ کی ولایت کا رنگ فاضل تر اور منزّہ ہے تمام رنگوں سے۔ جیسا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃً ''اللہ کا رنگ اور اللہ کے رنگ سے کس کا رنگ اچھا ہے'' جب ذاکر کا ایمان اس مقام پر پختہ ہوجاتا ہے تو اس کی فکر عرفان ہوجاتی ہے اور اس کا نام عارف ہوجاتا ہے جب اس کے دل پر عشق کا شعلہ وارد ہوتا ہے تو عرفان عشق میں

مبدّل ہوکر عارف عاشق بن جاتا ہے اور عاشق کے دل میں بجز ذکرو اسرار کے باقی نہیں رہتا جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا **العشق نار الله تعالیٰ اذا وقع فی قلب العارف یحرق غیر الله بل یحرق ذاکر الله** ’’عشق اللہ کی ایک ایسی آگ ہے جب وہ عارف حق کے دل میں سلگ پڑتی ہے تو غیر اللہ کو جلا دیتی ہے۔ بلکہ ذاکر حق کے وجود کو بھی جلا دیتی ہے عشق کی اس کیفیت کو حاصل کرنے کے لئے حسب فرمان حضرت مہدی علیہ السلام ذاکر کو ایسی خلوت اختیار کرنی چاہئے کہ کسی سے بھی نہ ملے نہ اپنوں سے نہ پرایوں سے اور کھڑے، بیٹھے، لیٹے ہر حالت میں حق کا ملاحظہ رکھے یہاں تک کہ **العشق ذات الله** کے انوار اس پر چھا جائیں اور ثمرۂ ذکر کہ وہ حصولِ مذکور ہے اس کے ہاتھ آ جائے۔

اور ذاکر اپنے آپ کو مطلق فراموش کر جائے جیسا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے **واذکر ربک اذا نسیت نفسک ای غیر الله** (المیعار) اپنے پروردگار کو اس حد تک یاد کرتے رہو کہ اپنے نفس وخودی اور ماسوی اللہ کو بھول جاؤ نہ ذاکر ہی باقی رہے نہ ذکر بلکہ فکر بھی جو مراقبہ سے مشاہدہ میں تبدیل ہوکر معائنہ ذات تک لے آتی ہے مٹ جائے۔

اس کیفیت کے پیدا ہونے پر عاشق کلمہ طیب کی بطن در بطن مختلف معانی سے گذرتے ہوئے **لا معبود الا الله، لا موجود الا الله، لا مشھود الا الله** سے آگے بڑھ کر **لا مقصود الا الله** کی اس قیام گاہ پر پہنچتا ہے جہاں آرام ہی آرام ہے۔ اور تعینات، تشبیہات اور تنزیہات سے مبّرا ایک ایسی منزل پر قرار پکڑتا ہے کہ **کنت کنزاً** اُس کا نام ہے ’’**ھر چه ھست ازولایت است ظھور**‘‘ کی تجلیات سے دوچار بادۂ **لی مع الله** سے سرشار اُس عاشق دل افگار کی زبان پر یہاں صرف ایک ہی نعرہ رہ جاتا ہے اور وہ ہے **لمن الملک الیوم لله الواحد القھار فلحمد لله العزیز الغفار والسلام علی من اتبع الھدیٰ**

راہِ حق اور توسّلِ شیخ

پیر بن مدعا نہیں ملتا

خضر بن راستہ نہیں ملتا

اللہ کے راستہ میں خودی ہستی سے رستگاری کے سوا چارہ نہیں ہے۔فرمانِ مہدی ہے کہ وجود حیات دنیا کفر ہے۔یعنی جان سے جینا کہ اس کو ہستی و خودی کہتے ہیں۔اپنے میں پنے سے چھوٹ جانا اپنے انا کو میٹ دینا اور اپنے آپ سے نکل آنا ہی دیدار حق کی پہلی منزل ہے کہ بندہ کی ذات ہی خدا و بندہ میں پردہ ہے **لا اللہ ھون نھیں** سے مطلب و مراد بھی یہی ہے کہ انسان اپنی ذات اور اپنے نفس کو اپنا معبود و مقصود نہ بنالے بلکہ اپنے وجود پر غربت کا اطلاق رکھ کر اس سے متوحش رہنا اور اپنے مولیٰ سے نص پکڑنا ضروری ہے۔

دراصل ''عشق'' اللہ کے ساتھ جینے اور اپنے دل کو غیریت سے دور رکھنے کا نام ہے جب کثرت ذکر سے اللہ کا عشق بندہ کے دل میں جاگزیں ہوجاتا ہے تو اس پر ایک حالت طاری ہوجاتی ہے اور حق تعالیٰ سے اسے مقام انسانیت پر فائز کرادیتا ہے۔وہ تقاضائے بشریت سے گذر کر اپنے نفس کے لئے ظالم اور غیر اللہ سے صُمٌ بُکمٌ عُمیٌ بنے ہوئے خود اپنے علم سے آپ جاہل ہوجاتا ہے۔خدائے تعالیٰ فرماتا ہے **ان الانسان کان ظلوماً جھولاً** یہ ظلم و جہل ہی اس کو ہوائے نفس سے چھڑا کر دانش سے جنبش کی طرف کھینچ لیتا اور باب معرفت پر لا کھڑا کردیتا ہے جہاں اس کو اسرار الوہیت سے آگاہی بخشی جاتی ہے۔

جہل اصل علم ہے ظلمت ہے اصل روشنی

غیر کو مت دیکھ بن ناداں، پا اپنی مراد

لیکن اس راستہ میں قدم کے پھسل پڑنے اور بھٹک جانے کا امکان بھی اس لئے ہے کہ ہر ایک کا عرفان اس کے اندازہ اور سمجھ کے موافق ہے اور خدائے تعالیٰ لوگوں کی عقل وفہم سے بہت بالا ہے۔اور شیطان تو طالب کی تاک میں لگا ہوا ہی ہے۔شیطان کی رسائی جبروت تک ہونا تمام صوفیاء کا مسلمہ امر ہے ایسی صورت میں بجز رہنمائی شیخ کامل کے یہ مسئلہ حل ہو نہیں سکتا ہے جو راہ طالب پر کھلتے جارہی ہے وہی متعینہ راہ ہے اور شیخ کامل وہ ہے جو منازل سلوک پوری طرح طئے کرچکا ہو اور اپنی مشکل خدا یا روح محمدؐ یا روح مہدیؑ سے حل کرے۔شیخ کامل پرتو محمد ﷺ ہے اور محمدؐ پرتو ذات حق ہے۔شیخ کامل محمد کی آنکھ سے نظر کرتا ہے اور محمد خدا کی آنکھ سے دیکھتے ہیں۔ جب دیکھتے ہیں **انا من نور الله و کل شئی نوری** سے ظاہر ہے کہ نور محمدیؐ حقائق اشیاء کو شامل ہے۔آدم سے لے کر عیسیٰؑ تک جتنے پیغمبر ہوئے ہیں سب نے نور محمدیؐ سے استفادہ کیا ہے اور ہر ایک نبی بالفاظ دیگر نور محمد یا ولایت محمدی ہی کا پرتو ہے۔ذات محمدؐ کل ہے تو انبیاء اس کے اجزاء ہیں۔

اس حقیقت کو حقیقت کے علم ہی کے ذریعہ سے پاسکتے ہیں جس کا حصول شیخ کی نظر توجہ پر منحصر ہے کیونکہ وہ اس حقیقت کو پایا ہوا اور ولایت محمدیؐ سے بہرہ حاصل کیا ہوا ہے۔انبیائے سابقین سے کسی ایک نبی کے مقام پر وہ فائز ہو کر اس نبی کا ہم مشرب ہو جاتا ہے گویا جزوی طور پر وہ مقام محمد پر فائز ہو کر فنافی الرسول کا مرتبہ پالیتا ہے۔پس اپنے وجود سے چھوٹ کر مقام دیدار کی طرف گامزنی کے لئے توسط اور وسیلہ بہت ضروری ہے کہ اس کی رہنمائی میں ہم اپنی معلومات صحیح کرسکیں۔طالب کا کسی چیز کو دیکھنا اس کے اپنے گمان کے لحاظ سے ہے۔برخلاف اس کے اس کا کسی چیز پر اپنے شیخ کی آنکھ سے نظر ڈالنا اس کی حقیقت کو پالینا ہے۔

اس کا یہ اندازہ اپنے شیخ کے اندازے کے موافق ہوگا اور نہیں کہہ سکتے کہ اس حالت میں کسی قسم کی کوئی غلطی اس کے دامن کو پکڑ سکے۔شیخ کی صورت ایک آئینہ ہے جس میں بتوسط اپنی

تجلیات رحمانی منعکس ہوتی ہیں اور شیخ محمد کی صورت کو آئینہ بنا کر اللہ کو دیکھتا ہے کہ اس آئینہ میں سوائے خدا کے کوئی رونما نہیں ہوسکتا۔ حضور دل، محمد کے دل پر دل کو حاضر رکھنا اور چشم بینا دید محمد ہے اور یہی دید، دید حق بن جاتی ہے کہ من رائی فقد رائی الحق فرمان نبوی ہے اور یہ توسط آخر تک باقی رہتا ہے۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے معراج کی رات میں خدا کو نہایت اچھی صورت میں دیکھا خدا نے اپنا ہاتھ میرے کندھے پر رکھا۔ جس کی ٹھنڈک میں نے محسوس کی اور فرمایا میں نے نوخیز نوجوان کی صورت میں خدا کو دیکھا۔ جس طرح ایک طالب اپنے باطن میں شیخ کو اور شیخ اپنے باطن میں محمدؐ کو دیکھتا ہے اسی طرح محمد رسول اللہ ﷺ کا نہایت اچھی صورت اور نوخیز نوجوان کی صورت میں خدا کو دیکھنا اپنے باطن کی صورت پر نظر ڈالنا ہے۔ آپ کا باطن آپ کی ولایت ہے جس کا مظہر مہدی علیہ السلام ہیں۔ جب طالب کا دل اپنے شیخ کے دل میں اور اس کی نظر شیخ کی نظر میں محو ہوجاتی ہے تو وہ فنافی الشیخ ہوجاتا ہے اور اس کا ظاہر شیخ کے سراپا اور باطن محمد کی صورت میں تبدیل ہوجاتا ہے۔ یہی ایک طالب کا لا الٰہ الا اللہ دیدنی میں آتا ہے۔ اب شیطانی دھوکوں اور نفسانی وسوسوں سے اس کے قدم کو لغزش کا اندیشہ کم ہوجاتا ہے کہ شیطان نہ محمد کی صورت بدل سکتا ہے نہ شیخ کامل کی اس کلمہ کے تحت کہ ہر حرف ایک معنی رکھتا ہے۔ پھر وہی معنی حرف بن کر محتاج معنی ہوجاتی ہے۔ یہاں طالب کا ظاہر محمدی کی اور باطن ولایت (مہدیؑ) کی صورت میں رونما ہوکر لا الٰہ الا اللہ چشیدنی سے لذت یاب ہوتا ہے۔ بالآخر یہی باطن بصورت ظاہر اپنے آپ پر نظر ڈالتا ہے تو اپنے باطن میں لم یبق الا اللہ الواحد القہار کی جلوہ گری پاتا اور خدا کی آنکھ سے خدا کو دیکھنے لگتا ہے لا الٰہ الا اللہ شدنی کی اس منزل میں وہ ہر قسم کے خطروں سے بے خوف ہوکر اور غم ہجر و فراق سے رستگاری حاصل کرکے اس جماعت میں داخل ہوجاتا ہے جس کے متعلق ارشاد باری ہے الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون

☆☆☆☆☆

فاقہ اور بھوک کی فضیلت

بزرگان سلف نے طالب حق کے لئے اپنے مقصود کو حاصل کرنے کے جو شرائط مقرر کئے ہیں وہ کم کھانا، کم سونا، کم بات چیت کرنا، اور خلق اللہ سے کم اختلاط رکھنا ہیں۔ معدہ کو اس کے حال پر چھوڑ دینا سب گناہوں کی اصل ہے۔ اور معدہ کو زیر دست کرنا اور بھوکے رہنے کی عادت ڈالنا سب نیکیوں کی جڑ ہے۔ وہ بھوک ہی ہے جو دل کو صاف اور روشن کرتی ہے اس سے دل رقیق ہو جاتا ہے۔ شکستگی اور بیچارگی پیدا ہوتی ہے ایسا شخص بھوکوں کو یاد رکھتا ہے۔ نفس مغلوب ہو جاتا ہے۔ اور اس کو صحت اور تندرستی حاصل رہتی ہے کیونکہ اکثر بیماریاں شکم سیری کے باعث پیدا ہوتی ہیں۔ کم کھانا رات میں قیام کا موید ہوتا ہے۔ اللہ والوں نے پوری نورانیت اور خوبی خالی پیٹ میں پائی۔ شکم سیری قساوت قلب کا باعث ہے۔ پُر شکم کا فہم ضعیف اور کمزور ہوتا ہے گرسنہ رہنا تصوف کا بڑا رکن ہے۔ بھوک مومن کا ہتھیار ہے کہ بھوکا اگر اطاعت نہ کرے تو نافرمانی بھی نہ کرے گا کیونکہ گناہ کی ترغیب کے اسباب مفقود ہوں گے۔

انصاف نامہ میں ہے کہ فقیر کے لئے فاقہ کی رات معراج کی رات ہے۔ حضرت رسول خدا ﷺ کو خدا کا فرمان ہوا اگر ایمان کی حلاوت چاہتا ہے تو اپنے نفس کو بھوکا رکھ اور اپنی زبان کے لئے خاموشی اور اپنے نفس کے لئے خوف کو لازم کر لے۔ نیز آپ فرماتے ہیں بھوک سب کاموں کی سردار ہے۔ آپ نے بھوک پیاس کے ذریعہ اپنے نفس سے جہاد کرنے کا حکم دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں ''مومن ایک انتڑی میں کھاتا ہے اور منافق سات انتڑیوں میں (یعنی مومن کی غذا بہ نسبت منافق کے سات گناہ کم ہوتی ہے) آدمی کی قیمت اس کی ہمت کے موافق ہوتی ہے۔ مومن کے لئے چند لقمے کافی ہیں جو اس کے پیٹ کو سیدھا رکھ سکیں۔ انسان کھانے پینے کے لئے نہیں بلکہ اپنے خدا کی عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ **وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون** کھانا پینا صرف زندگی قائم رکھنے اور عبادت میں تقویت حاصل کرنے کے لئے ہے۔

حدیث قدسی ہے ''اے ابن آدم میں نے تجھ کو مال جمع کرنے کے لئے نہیں پیدا کیا بلکہ اپنے کو ذلیل سمجھ کر میری عبادت کرنے اور میرا زیادہ شکر ادا کرنے اور صبح وشام میری پاکی بیان کرنے کے لئے پیدا کیا ہے'' حدیث شریف میں ہے جو شخص تھوڑے رزق پر خدا سے راضی ہو جاتا ہے خدا اس سے تھوڑے عمل پر راضی ہو جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے نفسوں کو بھوک اور پیاس کے ذریعہ تکلیف دینے کا حکم دیا ہے۔ فرمایا دل کو کھانے پینے سے مردہ نہ کرلو۔ خود آنحضرت ﷺ کا یہ حال تھا کہ بھوک سے آپ اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تھے۔ چالیس چالیس دن آنحضرت ﷺ کے گھر میں چولہا نہ سلگتا اس حال میں بھی جو ملتا دوسرے فقراء کو دیدیتے آپ دعاء فرماتے یا اللہ آل محمد کا رزق یومیہ بنادے۔ اصحاب رسول کی عمریں بھی فاقوں میں بسر ہوئی ہیں۔ حضرت عمرؓ کے لئے ایک پیالہ میں دودھ اور شہد لایا گیا تو واپس کر دیا اور فرمایا اس کی لذت تھوڑی دیر کو جاتی رہے گی اس کا نتیجہ باقی رہے گا۔ اپنے فرزند عبداللہ کو روٹی اور مکھن کھاتے دیکھا تو درہ لے کر لپکے اور فرمایا روٹی اور نمک کھالیا کر مکھن دوسروں کے لئے رہنے دے۔ آپؓ نے ایک شخص کا پیٹ زیادہ کھانے کی وجہ سے لٹکا ہوا دیکھا تو اس پر درہ اٹھایا اور فرمایا اس کا پیٹ کافروں کے پیٹ جیسا ہے۔ نیز آپ جس کو اکثر گوشت خریدتا ہوا دیکھتے اس کو درّے لگاتے اور فرماتے تجھے معلوم نہیں کہ شراب کی طرح گوشت کی بھی عادت ہو جاتی ہے۔ عبداللہ بن زبیرؓ ہفتہ میں ایک بار کھانا کھاتے۔ اولیاء اللہ کے تذکرے لذیذ چیزوں سے کنارہ کشی کے واقعات سے بھرے ہوئے ہیں۔ ابن مرزوقؒ فرماتے ہیں جو گناہ سے رنجیدہ ہونے کا مدعی ہوا اور پھر اس کے سالن میں شہد اور گھی جمع ہو تو وہ کاذب ہے۔ محمد بن واسعؒ نمک اور سرکہ سے روٹی کھاتے۔ سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں جو' جو کی روٹی پر قناعت نہ کرے وہ ضرور ذلیل ہوگا۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں دو طرح کے سالن جمع نہ کرو کیونکہ یہ منافقوں کا کھانا ہے۔

حضرت مہدی علیہ السلام کے عائد کئے ہوئے فرائض ولایت میں ترک دنیا اور توکل دو اہم فرض ہیں۔ فقر و توکل کے میدان میں قدم رکھنے کے بعد کسب وتجارت متعینہ آمدنی اور سوال

کی ممانعت نے فاقہ اور بھوک کے دروازے مہدی علیہ السلام کی قوم پر ایسا کھولے کہ ان کی شدت میں اضافہ ہو گیا اولیاء اللہؒ کے اختیار کردہ بھوک و فاقہ کے بالمقابل یہاں کی بے اختیاری نے فاقوں کی شان بڑھا دی۔ شدت فاقہ کشی اور حالت اضطرار میں بھی استقلال و پامردی کے مظاہرہ کا حکم تھا۔ حضرت مہدی علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ اگر اضطرار تمام کسی کو لاحق ہو تو کیا کیا جائے فرمایا مر جائے۔ آپ نے کسی کے سامنے حاجت لے جانے کی اجازت نہیں دی۔ البتہ کم ہمت کو ایک دو چیتل کسب کرنے اور شہ گدائی کی اجازت عطا فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں عالی ہمت وہ ہے جو رسائیندہ خدا اسی وقت کھالے باقی راہ خدا میں دیدے اور کم ہمت وہ ہے جو رسائیندہ خدا تھوڑا تھوڑا کر کے کھائے چونکہ اس کا نفس ضعیف ہے اس لئے راہ خدا حکمت میں دیکھتا ہے۔ لیکن یہی حکمت عطائے باری سے محرومی کا سبب بن جاتی ہے حضرت سیدنا مہدی علیہ السلام فرماتے ہیں۔

پھاٹا پیریں ٹونکا کھائیں

راول دیول کبھو نہ جائیں

ہم گھر آہی یاہی ریت

پانی دیکھیں اور مسیت

حضرت شاہ نظامؒ فرماتے ہیں مومن کو ہر چار وقت عطائے باری ہوتا ہے زحمت اور بیماری کے وقت' اخراج اور ایذا کے وقت' فقر و فاقہ کے وقت اور نزع کے وقت۔ آگ دوزخ سے بچنا بغیر آگ فاقہ میں جلنے کے تقریباً ناممکن ہے کہ قول حضرت شاہ دلاورؒ ہے آگ تین قسم کی ہے آتش فقر و فاقہ' آتش شمشیر اور آتش دوزخ۔ جو شخص فاقہ کی آگ میں نہ جلا یا دشمنان ظاہری سے جہاد کر کے مقتول نہ ہوا اس کے لئے تیسری آگ دوزخ کی تیار ہے۔ بہشت کی نعمتیں مقدر ہی بھوکوں پیاسوں کے لئے ہیں۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھوک پیاس برداشت کر کے بہشت کے دروازے کھٹکھٹانے کا حکم دیا ہے۔ ایک دفعہ زمانہ اضطرار میں حضرت شاہ نظامؒ کچھ

مزدوری کر کے اجرت کے پیسے فقرائے مہاجرین کو دیدیئے اور خود کچھ نہ کھائے۔ حضرت مہدی علیہ السلام نے حضرت شاہ نظامؓ کو اس کام سے یہ کہہ کر منع کر دیا کہ دائرہ کے لوگ بہشت کی نعمتیں کھاتے ہیں اور یہ انہی کا حصہ ہے جو خدا پر بھروسہ کریں۔ حضرت ثانی مہدیؓ نے تکلیف وایذا اور فقر و فاقہ کو مومن کی علامت قرار دیا ہے۔ مومن تو وہ ہے کہ دیدار کی خواہش اس کے سینہ میں موجزن رہتی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اپنے آپ کو ننگا بھوکا رکھو تا کہ تمہارے دل خدا کو دیکھ سکیں۔ یہی بات آنحضرت ﷺ سرور کائنات نے بھی فرمائی ہے کہ تم اپنے نفسوں کو بھوکا اور اپنے جگروں کو پیاسا رکھو شاید کہ تم خدا کو دیکھ سکو۔ گروہ مہدی میں فاقہ کشی کا وہ عالم تھا کہ حضرت مہدی علیہ السلام کے چوراسی صحابہ کاہہ میں فاقہ کی شدت کی وجہ ذات حق سے جا ملے۔ ٹھٹھہ سے قندہار تک سفر میں حضرت مہدی علیہ السلام اور آپ کی جماعت نے بڑی صعوبتوں اور مشقتوں کو برداشت کیا اور فاقوں کی سختی جھیلی۔ یہ چار چھ مہینے بڑے سخت گذرے۔ فقراء کو غلہ کی قسم سے اس اثناء میں دو مرتبہ غذا ملی تھی۔ حضرت مہدی علیہ السلام نے چھ ماہ میں دو مرتبہ پانی پیا ہے۔ حالت اضطرار میں صحابہ جھاڑوں کے پتے کھاتے۔ میاں یوسف کا پیٹ پتّے کھانے سے بڑا ہو گیا تھا ہاتھ پاؤں پر ورم آ گیا تھا۔ تلوں میں پیدل چلنے سے چھالے پڑ گئے تھے آپ کے جسم پر صرف ایک تہبند تھا اور سر پر بجائے عمامہ کے رسی تھی۔

میراں سید محمود ثانی مہدیؓ کے دائرہ میں اکثر و بیشتر فاقہ رہتا جب حضرت بندگی میاںؓ بندر جیول میں مقیم تھے سخت فاقہ پڑا جس کی سختی سے آپ کے ۴۵۰ فقراء شہید اکبر ہو گئے۔ اسی زمانہ میں بندگی ملک حمادؓ ترک دنیا کر کے اپنی اہلیہ بوا امت المنان کے ساتھ آپ کی خدمت میں آ گئے تھے۔ یہاں کے فاقوں کی شدت سن کر آپ کے سُسر نے زر کثیر روانہ کیا وہ سب آپ نے بندگی میاں کی خدمت میں للہ دیدیا۔ فاقوں کی وجہ آپ کی بیوی کی رنگت کچھ ایسی بدل گئی تھی کہ دایہ جو اس مال کے ساتھ آئی تھی ان کو پہچان نہ سکی۔

ایک مرتبہ بندگی میاں شاہ نظامؓ کئی ماہ کسی ویرانے میں مقیم رہے۔ اس عرصہ میں آپ

نے کھانا نہیں کھایا۔ بندگی میاں شاہ نعمتؓ کے پاس جب کوئی شخص یہ خبر لاتا کہ فلاں فقیر پر فاقہ گذر رہا ہے آپ اسے دھمکا کر فرماتے یہ کیا خبر ہے۔ کوئی بات خواب یا معاملہ کی سناؤ۔ آپ بغیر حالت اضطرار کے فتوح قبول نہ کرتے۔ حضرت بندگی میاں شاہ نظامؓ کے فرزند حضرت شاہ عبدالرحمٰنؓ کے عقد کے روز دائرہ میں تین دن کا فاقہ تھا۔ حضرت شاہ یعقوب حسن ولایتؓ کا عقد جب بی بی راجے رقیہ سے ہوا اس وقت حضرت خلیفہ گروہؓ کے دائرہ میں عسرت و تنگی کا یہ عالم تھا کہ نروڑ کے پھولوں کا سہرا آپ کے سر پر باندھا گیا تھا جس زمانہ میں حضرت حسن ولایتؓ کا دائرہ موضع لاکھ میں تھا فتوح پر فتوح آنے لگی آپ گھبرائے کہ کہیں یہ چیز موجب غفلت نہ بن جائے۔ وہاں سے دائرہ اٹھا دیا۔ بندگی میاں شیخ برہان الدین اہل کالپیؓ نے پچاس سال تک ترک حیوانات کر دیا تھا اور آخر عمر میں پانی بھی چھوڑ دیا تھا۔ فقط ایک ہیئت روحانی نظر آتے تھے۔

حضرت مہدی علیہ السلام نے روٹی کو خدا اور بندہ کے بیچ میں پردہ قرار دیا ہے۔ طالبان خدا کے دل کھانے پینے کی خواہش سے پاک ہوتے ہیں۔ تھوڑی بہت اچھی بُری غذا کی جانب ان کا خیال ہی نہیں جاتا۔ حضرت مہدی علیہ السلام کے فرمان سے بہت کھانے والا بہت خراب اور تھوڑا کھانے والا تھوڑا خراب ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا پیٹو نہ دین کا نہ دنیا کا ان فرامین کے پیش نظر متبعین حضرت مہدی علیہ السلام نے فاقہ کشی کو اپنے آپ پر لازم کر لیا تھا کہ اس کی سختیاں جھیلتے ہوئے انہوں نے جانیں تک خدا کی راہ میں قربان کر دی ہیں۔ حضرت خلیفہ گروہؓ کے دائرہ میں جبکہ آپ ڈونگر پور میں تھے شدت فاقہ سے کئی دن تک روزانہ دس دس میتیں ہونے لگیں۔ جب حضرت سید نجی خاتم المرشد جالور میں مقیم تھے فاقہ سے روز پانچ پانچ چھ چھ میتیں ہونے لگیں۔ بندگی میاں سید عیسیٰ و بندگی میاں سید یحییٰ یہ دونوں بھائی احمد نگر میں مقیم تھے جب حضرت سید نجیؓ کے دائرہ میں فقر و فاقہ کی ان کو اطلاع ملی تو اپنا دائرہ چھوڑ کر حضرت سید نجیؓ کی خدمت میں آ گئے کہ اس عطائے باری سے مستفید ہو سکیں۔

بندگی میاں سید تشریف اللہؓ کے ۷۰۰ رفقاء دائرہ جل گاؤں میں فاقہ سے شہید ہو گئے

آپ کا وصال ۱۱/ رمضان کو ہوا ہے۔ اس روز آپ پر فاقوں سے دس روز گذر چکے تھے گیارہویں روز ادائی فرض یعنی حالت روزہ میں آپ واصل بحق ہوگئے۔ آپ کی پیدائش کے روز آپ کی والدہ بی بی عائشہ ؓ کو گیارہواں فاقہ تھا اسی طرح آپ کے فرزند بندگی میاں سید عبدالوہاب ۱۱ روز کے فاقہ سے شہید ہوئے ہیں۔ بندگی میاں سید احمد بن حضرت خاتم کارؓ اور آپ کے فقراء فرمان والا مسجد میں متوکل علی اللہ صف پر بیٹھے ہوئے شہید ہوگئے۔ حضرت شاہ قاسمؒ کا قیام منچپہ میں دو سال رہا ہے۔ یہاں آپ کے ۲۵۰ فقراء بھوک اور فاقہ سے واصل بحق ہوگئے۔ جب آپ دولت آباد میں تھے فاقوں کی زیادتی کے باعث حالت اضطرار میں بھاجی پالا چن کر لانے معہ فقراء جنگل میں تشریف لے گئے ایک مصدق اتفاق سے اس روز اپنے عشر کے تین سو ہون لے کر حاضر ہوا۔ دائرہ کو خالی دیکھ کر اور کیفیت معلوم کر کے وہ جنگل گیا اور عشر حضرت کی خدمت میں پیش کیا آپ نے واپس کر دیا اور فرمایا بندہ متوکل نہیں ہے کہ تلاش معاش میں دائرہ کے باہر نکل گیا ہے۔ متوکلین کو دو۔ حضرت میاں سید خوندمیر بارہ بنی اسرائیلؓ کے دائرہ میں ہمیشہ فقر و تنگی کا عالم رہا۔ فقراء میں گھونگنیاں ابال کر سویت کی جاتی تھیں۔ آپ کے فرزند بندگی میاں سید نصرت مخصوص الزماںؒ کے دائرہ کی بھی یہی کیفیت تھی۔ فقر و فاقہ کی مجبوری سے جنگل کے پتے کھاتے کھاتے فقراء کی رگیں اور پٹھے ہرے ہوگئے تھے جب میاں شیخ مصطفیٰ گجراتیؒ اکبر کی قید میں تھے فاقہ کو ترجیح دی مگر اکبر کے پاس سے آئے ہوئے خاصہ کو قبول نہ کیا ایک بوڑھیا جو چرخہ کاتتی تھی کبھی کبھی اپنی کمائی سے کچھ پکا کر لا دیتی آپ نوش فرمالیتے۔ بندگی میاں شیخ علائیؒ نے سلیم شاہ سوری کے پاس سے آئے ہوئے کھانے کے طباق واپس کر دیئے اور بھوکے رہ گئے۔ میاں سید سلام اللہ فرزند بندگی میاں سید عیسیٰ شہیدؒ اور آپ کی بیوی آجے صاحبہ بیؒ نہایت متوکل و متورع تھے جو ملتا اسی روز خرچ کر دیتے باقی نام خدا پر دیدیتے۔ سوتے وقت برتن اور پانی کے گھڑے اوندھے مار دیتے۔ صرف طہارت کی حد تک پانی رکھ لیتے۔ جب بندگی سید یعقوب توکلیؒ نے حیدر علی سلطان میسور کے کڑپہ پر قبضہ کی وجہ اپنا دائرہ سدوٹ میں قائم فرمایا تو نواب سدوٹ عبدالمحسن خان بہت خوش ہوا اور روز ایک پلہ کی ایک دیگ پلاؤ کی نواب کے پاس سے فقراء کے لئے

آنے لگی۔ آپ یہ دیکھ کر وہاں سے نکل گئے۔ آپ کے فرزند میاں سید ابراہیم کی غذا کی مقدار روزانہ چھ فلوس (تقریباً تین تولہ) سے زیادہ نہ تھی۔ ایک دفعہ کڑپہ سے کرنول کے سفر میں ایک سیر آٹا ساتھ رکھ لیا کئی دن کے بعد واپس آئے تو کچھ آٹا بچا ہوا تھا روزانہ صرف ایک بار کھانا کھاتے۔ ماہ رمضان کے آخری دہے میں اعتکاف کی نیت سے جب مسجد میں آتے دس کھجور ساتھ رکھ لیتے روز ایک کھجور بوقت افطار کھا لیتے پھر کچھ نوش نہ کرتے گھر سے جو کھانا آتا فقراء کو دیدیتے۔ محرم میں تہاڑے روزے (صوم وصال) رکھتے اور صرف پانی سے افطار کرتے۔ حضرت ننھے میاں (از اولاد حضرت روشن منورؓ) اکثر فاقہ کھینچتے اور کڑوی کسیلی غذا استعمال کرتے اور جو ملتا اپنے فقراء کو کھلا دیتے۔ زمانہ حال کے اوپر کے دور تک قوم میں تمام دائرے فاقوں کی لذت سے سیراب تھے۔ حضرت روشن میاں صاحب اہل اکیلیؒ حضرت سید نجم الدین میاں صاحب (دائرہ کلاں) حضرت سید حسین جسے میاں صاحب کے پاس فقراء کی کثیر تعداد تھی۔ مرشد کے گھر سے روز ایک مرتبہ ان فقراء کے لئے دال روٹی آجاتی مرشد انہیں کے ساتھ کھا لیتے۔ حضرت عثمان میاں صاحب مہاجر (پالن پوری) تین روز میں ایک بار کھاتے۔ حضرت سید عالم شاہ صاحب میاں صاحب اہل اپل گوڑہ کی تمام عمر فاقہ میں بسر ہوئی ہے۔ حضرت خوب میاں صاحب مہاجر پالن پوری بزمانہ قیام پٹن شریف ۱۳۳۶ھ تا ۱۳۴۳ھ اکثر فاقے سے رہے ہیں کچھ ملتا تو کھاتے وہ بھی نان باجرہ اور ٹماٹے کی چٹنی، حضرت غازی میاں صاحب اہل اپل گوڑہؒ کو میں نے اکثر فاقہ میں مبتلا دیکھا ہے۔ کہیں سے خدا کچھ پہنچا تا تو بھی آپ بہت کم غذا استعمال کرتے۔

بہر حال عبادت میں لذت بھوک پر منحصر ہے دین اور دانائی کا حصول بھی بغیر بھوک اور فاقہ کے ممکن نہیں۔ صحیح معنوں میں نیک لوگوں کا مذہب بھوک ہے اس سے پلٹنے والا فاسق ہے۔ سعادت اسی میں ہے کہ خاتمین علیہما السلام اور بزرگانِ سلف کی پیروی میں ہم بھوک کو اپنا شعار بنالیں۔

تسبیح

نماز کے بلاوے کے لئے اذاں دینے کا جو طریقہ اہل اسلام میں رائج ہے اس میں حی علی الصلواۃ اور حی علی الفلاح کے الفاظ دل میں خدا کی عبادت کا جذبہ اور خیال پیدا کرتے اور انسان کو اپنا رخ خدا کی طرف پھیرنے کی دعوت دیتے ہیں اور اللہ اکبر اور اشھد ان لا الله الا الله اور اشهد ان محمد رسول الله کے کلمات کو بآواز بلند دہرانے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ کی کبریائی سامعین کے دلوں میں جاگزیں ہو کر لوگ توحید الٰہی کی راہ پر گامزن رہیں جیسے کہ انہیں محمد رسول اللہ ﷺ نے تعلیم دی ہے میدان جنگ میں نعرۂ تکبیر اللہ تعالیٰ کے جلال وجبروت کو دل ودماغ پر جما کر دشمنوں کے غلبہ اور خوف سے چھڑاتا اور دل میں شجاعت کا جوش اور بہادری کی اُمنگ وولولہ پیدا کرتا ہے۔ ایام تشریق میں ہر فرض نماز کے بعد تین بار بہ آواز بلند تکبیر کا کہنا نفس کو بارگاہِ حق میں قربان ہونے کے لئے آمادہ کرنا ہے۔ نماز عیدین کے لئے جاتے اور آتے ہوئے تکبیر پڑھنا خدا کی عظمت وجلال کو دل میں بٹھا کر اپنے آپ کو اس کے بالمقابل ہیچ اور ذلیل سمجھنا ہے تاکہ عبادت میں خضوع وخشوع پیدا ہو تسبیحات تراویح کا بار بار ورد کرنا خدا تعالیٰ کی بادشاہت اور ربوبیت' اس کی قدرت وکبریائی کو دل میں راسخ کر کے یہ بتلانا ہے کہ بندہ اس کے آگے کوئی چیز نہیں۔

عین اسی طرح گروہ مہدویہ میں ہر نماز عشاء کے بعد جو تسبیح دی جاتی ہے وہ بھی ایک خاص مطلب کے لئے ہے اگر چہ کہ نماز کے بلاوے کی طرح اس کا آغاز بھی رات میں ذکر اللہ میں بیٹھنے والوں کو بلانے کے لئے ہوا ہے لیکن اس میں جو کلمات دہرائے جاتے ہیں وہ اپنے اندر ایک گہرے معنی لئے ہوئے ہیں جو غور وفکر ہی سے سمجھ میں آتے ہیں۔

جس طرح نماز فرض ہے اسی طرح آیات کلام اللہ سے ذکر دوام اور ذکر کثیر فرض ہے

جب تک اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے نہ ہوذکر دوام کا حصول ممکن نہیں اور ظاہر ہے کہ رات دن کے آٹھ پہر ہیں۔ پانچ پہر خدا کے مرتب ہونے سے جن کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے کون انکار کرسکتا ہے ؟تسبیح بھی اپنے اندر ایک خاص اثر رکھتی ہے نماز عشاء کے اختتام پر اس تسبیح کا اعلان کیے جا رہا ہے کہ جب بندہ تمام کاروبار دنیوی سے فارغ ہوکر اپنے بستر پر دراز ہونے کے لئے جاتا ہے تو اس کے دل ودماغ پر یہ الفاظ خدائے تعالیٰ کی وحدانیت اور الوہیت کے گہرے نقوش ثبت کر چکے ہوتے ہیں اور آنحضرت ﷺ کی رسالت ونبوت کا تصور آپ کی عظمت وبلندی کے ساتھ ساتھ آپ کی محبت کو دل میں راسخ کئے ہوئے رہتا ہے قرآن ومہدی کی امامت کا خیال ضلالت وگمراہی سے دامن کو بچائے رکھنے کا ضامن بن جاتا ہے اسی حالت میں جب اس کو نیند لگ جاتی ہے تو وہ خواب میں بھی اسی کیفیت میں غلطان وپیچاں رہتا ہے اوران خیالات کو اچھی اچھی صورتوں میں نظر کرتا ہے۔

وہ جب بیدار ہوگا تو انہی خیالات کو لئے ہوئے بیدار ہوگا اوراس کی زبان پر سب سے پہلے خدا کی حمد وتسبیح کے الفاظ ہی ہوں گے جوایک مومن حقیقی کی شان ہے اگراس عالم میں اس کی موت واقع ہوجائے تو گوشۂ قبر ہو کہ میدانِ حشر اس کی بعثت تسبیح کے ان تصورات اور کیفیات کے ساتھ ہوگی۔

تسبیح کے بعد جولوگ آرام گاہ کی جانب جانے کے بجائے ذکر میں بیٹھ جاتے ہیں یہی خیالات ہیں جوان کوتوحید کے بے تاہ سمندر میں ایسے غرق کردیتے ہیں کہ ان کو وجودحق کے سوا اپنے وجود یا ہستی کا کوئی خیال باقی نہیں رہتا اور حقیقت حال ان پر منکشف ہوجاتی ہے۔

وہ اب تک گویائے کلمہ تھے اب حقیقت کلمہ سے واقف ہوکر بینائے کلمہ بن جاتے ہیں اور ان کا شوق ان کو مقام چشیدنی وشدنی تک پہنچنے کے لئے ابھارتا ہی رہتا ہے اوراگر خدا کا فضل شامل حال رہے تو یہ بھی ان کے لئے کوئی بڑی بات نہیں۔

تسبیح کا یہ اعلان مسلک مہدویہ کی نشاندہی کرتا ہے **لا الله الا الله محمد رسول الله** کے الفاظ اگر اس امر کا اظہار ہیں کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اس کے رسول ہیں تو **الله الٰهنا اور محمد نبینا** کے کلمات خدا کی الوہیت اور محمدؐ کی نبوت سے وابستگی کا اقرار واثق ہیں۔ مہدوی بہ بانگ دہل یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم خدا کے سوا کسی کی الوہیت کو تسلیم نہیں کرتے نہ اصنام ظاہری کی نہ اصنام باطنی کی نفس وخودی، زرومال، جاہ وعزت، حکومت وجبروت اور ہر وہ چیز جس پر کے ذکر میں لگے رہنے پر ہی ذکر کثیر کا اطلاق ہوگا ان پانچ پہروں میں ایک پہر رات کا اور چار پہر دن کے داخل ہیں۔ حسب فرمودہ حضرت مہدی علیہ السلام طالبان خدا رات بھر اس طرح ذکر میں بیٹھتے کہ حاضرین تین حصوں میں منقسم ہوکر ہر جماعت ایک پہر رات تک خدا کی یاد میں بیٹھی رہتی اور ایک جماعت اپنی باری کے اختتام پر دوسری جماعت کو اٹھا دیتی۔ پھر جب اس جماعت کی باری ختم ہوجاتی وہ بھی یہی عمل کرتی اس طرح باری باری ذکر میں بیٹھنے کے طریقے کو نوبت جاگنا کہتے ہیں ایک نوبت ختم ہونے پر دوسری نوبت والوں کو اٹھانے کے لئے نام بنام پکارا جاتا۔ میاں الہ داد حمیدؓ کو جو حضرت مہدی علیہ السلام کے صحابی ہیں اور ذاکرین کو اٹھانے پر مامور تھے ایک دن کلمات تسبیح کا الہام ہوا آپ نے حضور مہدی علیہ السلام میں اپنے الہام کو پیش کرکے تسبیح کے ذریعہ لوگوں کو اٹھانے کی اجازت حاصل کرلی اور قوم میں اس کا رواج ہوگیا۔

مذہب سے ناواقف حضرات اس طریقۂ تسبیح کو بدعت کہتے ہیں اور اس کو ایک بے ضرورت فعل تصور کرکے بحث کرنے لگتے ہیں لیکن وہ یہ نہیں جانتے کہ نماز کے لئے نیند سے اٹھانے کا یہ طریقہ حضرت رسول کریم ﷺ کے زمانے سے ہی جاری ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ جب کسی کو نماز کے لئے نیند سے اٹھاتے اس کے سرہانے کھڑے ہوکر بلند آواز سے کلمہ طیبہ پڑھتے تھے۔ (قوت الایمان) یہی طریقہ تو ہے جو نوبت کے موقع پر سوئے ہوؤں کو جگانے کے لئے رواج دیا گیا ہے۔ جس سے نبی علیہ السلام کی وہ سنت جو مٹ چکی تھی

زندہ ہوگئی ہے۔اس کو بدعت کہنا یا سمجھنا سخت غلطی ہے جب کہ اس کا آغاز ہی کلمہ **لا الہ الا اللہ** سے ہوا ہے۔ چنانچہ کلمات تسبیح یہ ہیں۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ.

اللہ الٰھنا محمد نبینا.

القرآن والمھدی امامنا آمنا وصدقنا

چونکہ نوبت کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے شروع ہوجاتا ہے اس لئے اس نماز کے بعد امام اور دیگر حاضرین مسجد ایک حلقہ باندھ کر کھڑے ہوجاتے ہیں۔امام بلند آواز سے **لا الہ الا اللہ** کہتا ہے جواب میں حاضرین بھی بلند آواز سے **محمد رسول اللہ**ؐ کہتے ہیں۔امام **اللہ الٰھنا** کہتا ہے حاضرین **محمد نبینا** کہتے ہیں امام **القرآن والمھدی امامنا** کہتا ہے حاضرین **آمنا وصدقنا** کہتے ہیں پھر سلام کے بعد لوگ رخصت ہوجاتے ہیں۔اور نوبت جاگنے والے ذکر میں بیٹھ جاتے ہیں اور اگر بعض ایسے لوگ جن کی حاضری نوبت کی ہے وہ کسی وجہ سے شریک نماز نہیں ہیں یا سو رہے ہیں تو وہ اس آواز کو سن کر اٹھ جاتے اور بعد نماز شریک نوبت ہوجاتے ہیں یہ عمل ہر ختم نوبت پر ہوتا ہے یہاں تک کہ نماز صبح کا وقت شروع ہوجاتا ہے اور محمد ﷺ کی نبوت ہمارے پاس اس حیثیت سے مسلم ہے کہ آپ کی بتلائی ہوئی راہ کے سوا دوسری راہ' راہِ مستقیم نہیں ہوسکتی توحید و معرفت الٰہی کی وہ تعلیم جو آپ سے مروی ہے اس میں غلطی کا کوئی امکان نہیں۔ یہ اعلان مہدویوں کو گمراہ مشہور کرنے والوں کے لئے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے تا کہ ان پر اپنے عقیدہ کا اظہار کیا جاسکے مہدویت کے پہلے اگر ایسا کوئی عمل نہ بھی تھا تو اب اس کی ضرورت خود بخود واضح ہوجاتی ہے تا کہ بدگمانی کو دور کیا جاسکے۔

محمدؐ کی نبوت کو تسلیم کرنا از خود قرآن شریف کی امامت کو تسلیم کرنے کے مترادف ہے لیکن یہاں قرآن کی امامت کا اقرار مکرر' معترضین کے شبہات کو زائل کرنے کے لئے ہے اور یہ

بتلانے کے لئے کہ مہدویوں کے پاس بھی آسمانی کتابوں میں یہی کتاب حرف آخر کا مرتبہ رکھتی ہےاور ہر وہ قانون جواس کے مغائر ہونا قابل تسلیم ہے۔

الذین آمنوا اشد حبا للہ کے عملی پیکر تو پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ قرآن ''عشق نامہ'' ہے۔لیکن جن کے دلوں میں بدگمانیاں بسی ہوئی ہیں وہ اس تذبذب میں مبتلا ہیں کہ مہدوی قرآن کوبھی مانتے ہیں یانہیں۔کیااس کے باوجود بھی دنیا کو بہ آواز بلند یہ سنانے کی ضرورت نہیں کہ'' قرآن ہی ہماراامام ہے''اور ہم اسی کے پیرو ہیں۔

قرآن کے ساتھ مہدی کی امامت کو کیوں نہ تسلیم کیا جائے جبکہ قرآن خود آپ کو اماماً ورحمةً کہہ رہاہے۔محمدؐرسول اللہ کے بعد آپ کے قریب تر زمانے سے ہی موضوع احادیث کی کثرت اور مسائل شرعیہ کا اختلاف خود اس امر کا مقتضی تھا کہ ایک ایسے امام معصوم کی زمانے کو ضرورت ہے جواس اختلاف کودور کرکے صحیح راہ متعین کرسکے اور بدعات ورسوم کو میٹ کر سنت صحیحہ سے روشناس کراسکے مہدویوں کا مہدی علیہ السلام کی امامت کا اعلان کرنا گویا اس بات کا اظہار ہے کہ قرآن اور سنت صحیح ہمارا مذہب ہے کیونکہ مہدی علیہ السلام کی سنت رسولؐ کی طرف رہنمائی خدا سے بلا واسطہ تعلیم پر مبنی ہے برخلاف دیگر ائمہ مجتہدین کے جن کا فیصلہ اور رائے قیاس سے ہٹ کرنہیں'' دین کو عزیمت فرما کر حضرت مہدی علیہ السلام نے اپنے پیروؤں کو ایک ایسا عزم وحوصلہ عطا کیا جس کی نظیر دوسری جگہ نہیں مل سکتی۔

یسبح اللہ ما فی السموات وما فی الارض کی روسے کائنات خدا کی تسبیح گو اور اس کے عظمت وجلال میں ڈوبی ہوئی ہے جب خدا کے نیک بندے اس سے غیرت ونصیحت حاصل کرکے اس کی تسبیح میں مصروف ہوتے ہیں تو ان کو مطعون کیا جاتا ہےاور اس کے سننے سے لوگوں کو باز رکھا جاتا ہے،افسوس ان مسلمانوں پر جن کے اسلام کا یہ حال ہے۔

☆☆☆☆☆

نگارشات

(ا) بندگی میاں ملک پیر محمدؒ سے منقول ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ ''آدم صفی اللہ نے گیہوں بوئے، نوح نجی اللہؑ نے اس کو پانی دیا، ابراہیم خلیل اللہؑ نے کھیت کو کاٹا، عیسیٰ روح اللہؑ نے اس کا ڈھیر لگایا (کھلّہ کیا) محمد رسول اللہ ﷺ نے گیہوں پیس کر آٹا بنایا اور روٹی پکائی، خود چکھی اور اپنے فرزند کے لئے رکھی وہ فرزند مہدیؑ ہے۔ مہدیؑ نے اس کو چکھا، مہاجروںؓ اور میاں سید خوندمیرؓ کو چکھایا'' (انصاف نامہ) گروہ پاک میں اس نقل کو نقل گندم کاشت کہتے ہیں۔

حضرت مہدی علیہ السلام فرماتے ہیں ''**کسان ماتاقام قیامت خواهند بود**'' ہمارے لوگ قیامت کے قائم ہونے تک رہیں گے اور فرماتے ہیں کہ'' بندہ کا گروہ سوائے مہاجروں کے نہیں ہوسکتا پس طالبان ذات کردگار اور مہاجران حق شعار اس نعمت غیر مترقبہ کے حصہ دار ہیں کہ حضرت مہدیؑ نے وہ روٹی خود بھی کھائی اور مہاجروں کو بھی کھلائی۔ پس جو شخص درست اقرار کے ساتھ حضرت مہدی علیہ السلام کے لوگوں میں داخل ہوا حق یہ ہے کہ وہ دو جہاں کے خطرہ سے نکل گیا۔ سات اقلیموں کی فضاء اور آٹھ بہشتوں کی ہوا کے سوائے اس کی سیر جا نہیں اور صحرائے احدیت اور تفرج گاہ صمدیت کے سوائے وہ پر کھولنے والا نہیں اس کے لئے خوشخبری پر خوشخبری ہے۔

تو بن کر مہدوی جانباز بن جا
خدائے پاک کا ہمراز بن جا

سالکان راہ حق اور طالبان ذات مطلق کے لئے نقل گندم کاشت مشعل و رہنما ہے۔

بزرگوں نے اس نقل کی مراد اور کیفیت کا بیان اس طرح کیا ہے'' گیہوں بونا یہ ہے کہ پہلے زمین دل کو کھود کر اور توڑ توڑ کر پراگندہ اور ٹکڑے ٹکڑے کردے اور عشق الٰہی کے بیج کو زمین دل میں بوئے۔ پس سالک کو چاہئے کہ اپنی حقیقت کو مخفی رکھے۔ پانی دینے کے معنی یہ ہیں کہ پانی کی نہر رات دن اپنی آنکھ کے چشمہ سے جاری رکھے اور اوقات ثلثہ میں دردوغم سے روتا رہے۔ کھیت کو پاک کرنا اور خاشاک (کچرے) کو نکال پھینکنا ماسوی اللہ کے خیال کو عدم مطلق کرنا اور غیر کے شائبے کو نکال کر تختۂ دل سے وہم غیر کو اٹھا دینا ہے۔ درو کرنا (کاٹنا) اس معنی میں ہے کہ طالب یک جہت و یک رو ہو کر خدائے تعالیٰ کے ساتھ جمع ہو جائے اور جدائی کا تصور باقی نہ رہے اور اس کے یہ بھی معنی ہیں کہ عشق کی تلوار سے اپنے آپ کو قتل کردے۔ آٹا پیسنا غم کی چکی میں اپنے آپ کو پیسنا ہے۔ روٹی پکانا آگ عشق میں جل کر پختہ ہونے کی معنی میں ہے اور اس کو نوش کرنے سے مراد لذت دیدار الٰہی کا حصول ہے۔

الغرض ذات حق اور اس کے دیدار کے حصول کے لئے جو منازل مقرر ہیں ان کی تعداد بزرگوں نے سات مقرر کی ہے اور لکھا ہے کہ:

''پہلی منزل دل کو پارہ پارہ کرنا اور دردوغم عشق میں اس کو شکستہ کرنا ہے''

''دوسری منزل رات دن گریہ وزاری اور غیر کے واسطہ کو اٹھا دینا ہے''

''تیسری منزل ماسوی اللہ کو عدم کرنا''

''چوتھی اپنی ہستی کو عشق کی شمشیر سے قتل کرنا یعنی موتوا قبل ان تموتوا حاصل کرنا ہے''

''پانچویں منزل اپنے کو یک جہت ایک رو کرنا ہے تاکہ دوئی درمیان سے اٹھ جائے''

''چھٹی منزل اپنے آپ کو پیس کر خاک کرنا''

''ساتویں منزل اپنی ہستی کو آگ عشق میں جلانا اور بھوننا ہے۔ اس کے بعد لذت چشیدنی عشق حاصل ہوگی۔''

(۲) بزرگانِ دین نے ہمیشہ ایک مقام کو چھوڑ کر دوسرے مقام پر جو دائرہ باندھا ہے جس کے نظائر بزرگوں کی سیرت میں بہت ملتے ہیں اس کی ایک عین وجہ یہی تبلیغ دین ہے اس کے لئے انہوں نے دور دور کا سفر بھی کیا ہے۔ میاں سید علی عرف مکی بڑے میاں صاحبؒ نے مکہ اور مدینہ میں بغرض تبلیغ ایک سال قیام فرمایا ہے آپ نے دین مہدیؑ کی تبلیغ میں شریک مکہ کے لئے ایک رسالہ ''قول المحمود'' بھی لکھا ہے۔

میاں سید یٰسین بن میاں سید مبارک (از اولاد بندگی میاں سید تشریف اللہؒ) دعوتِ دین میں ہمیشہ کمر بستہ رہے (عرس نامہ) بندگی میاں سید عیسیٰ بن خاتم کارؒ کی تبلیغی جدوجہد کی وجہ آپ کے ہاتھ پر سات ہزار آدمیوں نے مہدی علیہ السلام کی تصدیق کی جن میں ایک ہزار دوسو ہندو تھے۔ (عرس نامہ) بندگی میاں ابوالفتح بدرالدین (داماد حضرت مہدی علیہ السلام) نے تبلیغ دین کے لئے خراسان وایران اور وہاں سے عراق ومصر تک سفر کیا ہے۔ بہت سے لوگوں نے آپ کی کوشش سے دینِ مہدی اختیار کیا۔ آپ کے فقراء میں مصر اور عراق کے لوگ بھی موجود تھے۔

(۳) بزرگانِ دین اپنے آپ کو کسی سے برتر خیال نہیں کرتے تھے اور نہ ان میں اپنی نسبی برتری کا کوئی معمولی سا غرور ہی تھا۔ بلکہ تمام مومنین وفقراء کو وہ ایک ہی نظر سے دیکھتے اور دائرہ کے ہر کام میں ان کے ساتھ شریک رہتے۔ چنانچہ بزرگوں کی بہرہ عام کے روز سب کا ایک ساتھ لکڑی اور پانی لانا ان کے اسی اسوۂ کی یادگار ہے۔ اور فقراء اور مساکین پر ان بزرگوں کی توجہ اور عنایت کا یہ عالم تھا کہ سفر حج کے موقعہ پر بندگی میاں شاہ نعمتؒ نے جب دیکھا کہ ساتھ کے فقراء فاقہ کی اذیت میں مبتلا ہیں تو آپ نے مزدوری پر لوگوں کو پانی پلانا شروع کیا اور جو مزدوری ملتی وہ سب اپنے فقراء پر خرچ کردیتے۔ ایک دفعہ جالور تشریف لے جاتے ہوئے آپ کے ہمراہ ایک خادم تھا اور سواری کے لئے گھوڑا صرف ایک ہی تھا۔ ایک منزل پر آپ سوار ہوتے اور ایک منزل تک خادم کو گھوڑے پر سوار کرا کر آپ اس کے ہمراہ پیدل چلتے۔ آپ نے

خیال ہی نہیں کیا کہ میں مرشد ہوں اور بڑے بڑے امراء وسلاطین میرے مرید ہیں آپ نے مساوات کی ایک بہترین نظیر قائم کی۔

فقراء دائرہ آپس میں ایک دوسرے کی تعظیم اور قدمبوسی کرتے چاہے فقیر کسی نسل یا نسب سے متعلق ہو۔ یہ اس لئے تھا وہ خود کو کسی فقیر سے افضل نہیں سمجھتے تھے۔ حضرت ثانی مہدیؓ فرماتے ہیں کہ کسی وقت بندہ کے دل میں یہ خیال نہیں آیا کہ فرزند مہدی ہوں۔ البتہ وہ لوگ اہل دنیا کی تعظیم سے گریز کرتے۔ میاں عبداللہ خاں نیازیؒ جب سلیم شاہ کے دربار میں پہنچے تو آپ نے صرف سلام کیا اور آداب شاہی وغیرہ کا کوئی خیال نہیں کیا۔ بندگی میاں شیخ مصطفیٰ گجراتیؒ جب اکبر بادشاہ کے حضور میں پہنچے تو آپ نے بادشاہ اور اہلِ دربار کو صرف سلام علیکم کہا۔

(۴) حضرت بندگی میاںؓ نے حق پوشی کو کفر قرار دیا ہے۔ بہت سے بزرگانِ دین کو پادشاہوں کے دربار میں مباحثوں کا موقعہ آیا جہاں بہت سے ظاہر پرست علماء بھی موجود رہتے تھے جیسے بندگی میاں شیخ علائیؒ، بندگی میاں شیخ مصطفیٰ گجراتیؒ وغیرہ۔ مگر ان بزرگوں نے حق گوئی سے اعراض نہیں کیا۔

شہزادہ اورنگ زیب کے سامنے جبکہ وہ گجرات کا صوبہ دار تھا بندگی میاں سید راجوؒ نے ثبوت مہدی میں جو مباحثہ کیا ہے وہ آپ کی دلیری اور ہمت کی زبردست دلیل ہے۔ ایک دفعہ حضرت میاں سید محمد تقیؒ سے شہنشاہ عالمگیر نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا' کیا مجھے دوزخ کی آگ سے نجات ہے؟ حضرت نے فرمایا بغیر تصدیق مہدیؑ کے ہرگز نجات نہیں ہو سکتی' حق گوئی' حق پرست کا ایک ایسا شعار ہے جس سے وہ کسی صورت میں بھی باز نہیں آ سکتا۔